ماہنامہ

جہانِ رضا

لاہور

بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی

بسرپرستی عبدالعزیز بانی مجلس حکیم اہل سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

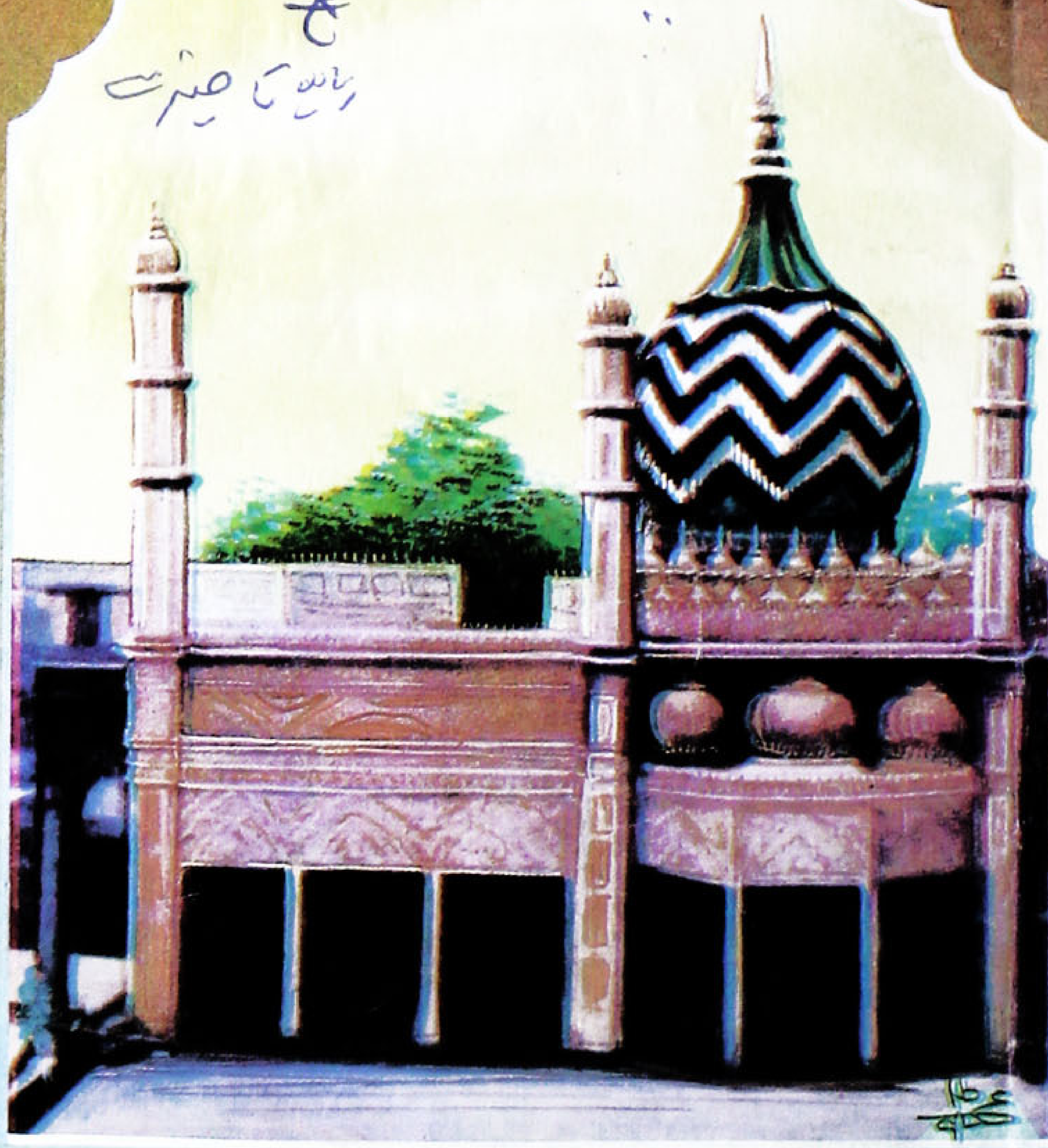

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ)

نعمانیہ بلڈنگ اندرون ٹکسالی گیٹ لاہور پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶

Marfat.com

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

جلد نمبر ۷ (۸) ستمبر ۱۹۹۸ء / جمادی الاول ۱۴۱۸ھ / شمارہ ۴۲

ترجمانی	———— احوال و مقامات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمہ اللہ
نگرانی	———— حکیم محمد موسیٰ امرتسری، بانی مرکزی مجلس رضا
قلم رانی	———— پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ایم۔ اے
گلفشانی	———— دانشوران مکتب رضا
نظر رانی	———— ارباب ذوق سلسلہ رضویہ
ہم زبانی	———— سخنوران حلقہ رضا
مہربانی	———— معاونین مرکزی مجلس رضا
پیام رسانی	———— نعمانیہ بلڈنگ ٹیکسالی گیٹ لاہور
زود ستانی	———— پوسٹ بکس ۲۲۰۶ لاہور
عزا زبانی	———— ۵۵ ریلوے روڈ لاہور

Marfat.com

اس شمارے میں

اداریہ	(	اسامہ بن لادن کون ہے؟
ملفوظہ اعلیٰحضرت	(	ڈاکٹر مختار الدین احمد وائس چانسلر پٹنہ یونیورسٹی
اعلیٰحضرت کا ایک شعر	(	پروفیسر منیر الحق کعبی کے قلم سے
محدث حضرت کچھوچھوی	(	پیر ڈاکٹر مظاہر اشرف جیلانی فرماتے ہیں
طرابلس کی ایک شبینہ محفل	(	پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

تحفہ درود پاک شریف

ایک نورانی کتاب' ایک خوبصورت کتاب' ایک بے مثل کتاب جسے آپ پڑھے بغیر شدید محرومی لور کی محسوس کرتے رہیں گے۔ "مرکزی مجلس رضا" کے تمام معاونین میں ایک ایک جلد تقسیم کی جا چکی ہے۔ ایک خوبصورت کتاب' خوبصورت موضوع' خوبصورت تحریر' آرٹ پیپر رنگین طباعت' پاکیزہ گراؤنڈ' نفیس کتابت اور دلکش سرورق۔ معاونین کے علاوہ بھی اہل محبت کو تیس روپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر ہر ایک نسخہ مفت پیش کیا جارہا ہے۔ ہم نے صرف ایک سو کتابیں لے کر ایسے غیر رجسٹرڈ حضرات کو ڈاک کے ذریعے پہنچانے کا ذمہ لیا ہے' دیر سے طلب کرنے والے معذرت قبول کریں۔ مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

Marfat.com

عرب مجاہد

اسامہ بن لادن کون ہے؟

خالد محمود قادری - ایم اے - ایڈیٹر احوال و آثار لاہور

امریکہ نے ۲۰ اگست ۹۸ء کو افغانستان کے شہر خوست اور جلال آباد اور سوڈان کے شہر خرطوم پر میزائل برسا کر اسامہ بن لادن کو قتل کرنا چاہا تاکہ وہ مشرق وسطیٰ میں اپنی فوجوں کے خلاف اٹھنے والی اس آواز کو خاموش کر دے لیکن ہوا یہ کہ امریکی حملوں کی ناکامی کے ساتھ ہی اسامہ بن لادن ایک مجاہد نہ رہا بلکہ وہ مسلم امہ کا ایک محبوب ترین اور ناقابل شکست رہنما بن گیا، جن ملکوں میں اظہار رائے کی آزادی ہے وہاں عوام نے اسامہ کیلئے اپنی حمایت کا اظہار کر دیا ہے۔ پاکستان کے اندر اسامہ کے ساتھ محبت اور عقیدت مندی نے فرقوں، ملکوں اور جماعتوں کی تمام تحفظات کو نظرانداز کر دیا۔ اسامہ بے شک سعودی ہیں لیکن اہلسنت و جماعت بریلوی علماء اور جمعیت علماء پاکستان کی آنکھ کا تارا اور ماتھے کا جھومر بنے ہوئے ہیں۔ دیوبندی، شیعہ اور اہل حدیث بھی اس پر نثار ہو رہے ہیں۔ سیاسی جماعتیں اور سیاسی لیڈر اس کی تعریف و توصیف میں ایک دوسرے کے ساتھ مسابقت کر رہے ہیں۔ ہزاروں خاندانوں نے اپنے نومولود بچوں کے نام خلیج کی جنگ کی روایت کو تازہ کرتے ہوئے صدام کی طرح اسامہ کے نام پر رکھ دیئے ہیں اور لاکھوں نوجوان اس کے مشن پر جان کی بازی لگانے کو تیار ہیں اور وہ ممالک جہاں اظہار رائے کی آزادی نہیں وہاں بھی پرسکون سطح کے نیچے شدید طوفان کی لہریں اُمڈ رہی ہیں جو پھٹتے ہی حکمرانوں اور جبر پر مبنی حکومتوں کے علاوہ تمام مغربی مفادات کو تباہ کر کے رکھ دے گا۔ یہ کوئی ادیبانہ مبالغہ آرائی ہرگز نہیں، عرب ملکوں میں جس طرح اسامہ کے آڈیو کیسٹ پھیل رہے ہیں اور سکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں، مدرسوں، مسجدوں اور گھر گھر منعقد ہونے والے

Marfat.com

اجتماعات میں نوجوانوں کے جو تیور نظر آرہے ہیں وہ تمام اندازوں سے زیادہ خوفناک ہیں۔ آج مسلم امہ کو عالمی افق پر لیڈر شپ کی ضرورت ہے یہ کردار کسی نہ کسی کو ادا کرنا ہے پہلے خمینی، صدام، اربکان، عباس مدنی، قذافی اور جمال ناصر کی آوازیں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن بن کر گونجیں اور اب یہ کردار اسامہ کو مل گیا ہے۔ عالمی سپر پاور امریکہ نے پہلے میڈیا کے ذریعے اور اب ۸۵ ٹام ہاک کروز میزائل داغ کر اسامہ کو نہ صرف اپنا مد مقابل اور ناقابل شکست دشمن نمبر ایک ڈکلیئر کر دیا ہے بلکہ اسے ناکام میزائلوں کے عقب سے عالم اسلام کا ایک نڈر، طاقتور، دانا اور شفیق لیڈر بنا دیا ہے جس کی دنیا بھر کے نوجوانوں کو تلاش تھی۔ امریکی حملوں کے پس منظر میں ہر مسلمان یہ سوچتا اور سوال کرتا ہے ہر شخص یہ جاننا چاہتا ہے کہ موجودہ دور کی سپر طاقت امریکہ کو تن تنہا ٹکر کرنے والا مسلمان مجاہد اسامہ بن لادن کون ہے؟ کس طرح اس کے ذہن و ضمیر میں اسلامی فکر پروان چڑھی؟ افغانستان کی جنگ میں اس کا کیا کردار رہا ہے؟ افغانوں کی آپس کی لڑائی میں وہ کیا کرتا رہا؟ افغانستان میں سوویت یونین کے تحلیل کے بعد وہ امریکہ کا اور امریکہ اس کا ہدف کیسے بنا؟ اسامہ کا خاندانی پس منظر کیا ہے؟ اس کی ابتدائی اور تعلیمی زندگی کہاں اور کیسے گزری؟ یہ وہ چند سوالات ہیں جن کا جواب ہر مسلمان جاننا چاہتا ہے۔

دنیا کے سامنے اسامہ کی حیثیت ایک دیومالائی کردار کی بنتی جا رہی ہے یہاں ہم کسی حد تک مختصراً اس کی تشریح کریں گے۔ عشروں قبل اسامہ کے والد یمن سے سعودی عرب آئے تھے وہ یمن میں بہت بڑے کاروباری آدمی تھے۔ یمن میں انہوں نے کاروبار شروع کیا تو بہت جلد ان کا کاروبار وسعت اختیار کر گیا۔ انہوں نے یہاں کئی ایک عرب عورتوں سے شادی بھی کی ان کی باقی بیویاں دوسرے عرب ممالک سے تعلق رکھتی تھیں۔ ۱۹۵۶ء بمطابق ۱۳۷۷ھ میں اس یمنی نژاد اور سعودی باشندے محمد لادن کے ہاں پیدا ہونے والا بچہ اسامہ اپنے باپ کے بائیس بیٹوں میں اٹھارویں نمبر پر ہے جو سعودی دارالحکومت ریاض میں پیدا ہوا۔ لادن کی سعودی بیوی سے اسامہ واحد بچہ تھا۔ اسامہ کا والد یمن سے کاروباری حالات خراب ہونے کی وجہ سے جب اپنی ٹوٹی پھوٹی گاڑی لے کر کسمپرسی کے عالم میں سعودی عرب آیا تو یہ شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن کے دور کا آخری حصہ تھا۔ تیل کی دولت ابھی بھرپور طریقے سے عرب میں وارد نہیں ہوئی تھی البتہ اپنی دینداری اور تعمیرات میں مہارت کی وجہ سے لادن شاہ فیصل کے انتہائی

Marfat.com

قریب ہو گئے بلکہ ایک وقت ایسا آیا جب ان کا شمار شاہ فیصل کے مقرب خاص میں ہونے لگا۔

اسامہ کے والد کا ذاتی طیارہ تھا۔ وہ بسا اوقات فجر بیت اللہ شریف میں ظہر و عصر مسجد نبوی میں اور مغرب و عشاء مسجد اقصیٰ میں ادا کرتے۔ تھے انہوں نے مسجد نبوی، بیت الحرام اور مسجد اقصیٰ تینوں کی تعمیر نو کی دیکھ بھال اور نگرانی کے فرائض سرانجام دیئے۔ اسامہ کے والد محمد لادن کی وفات پر شاہ فیصل اپنے آنسو ضبط نہ کر سکے۔ لادن کے بیٹوں نے باپ کی وفات کے بعد تعمیرات کے تمام ٹھیکے خود سنبھال لئے۔ ان کا گھرانہ انتہائی مذہبی تھا۔ اسامہ نے ابتدائی پرورش مدینہ منورہ میں پائی۔ ابتدائی تعلیم سعودی عرب میں ہی جدہ کے ہائی سکول میں پائی۔ کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی میں مینجمنٹ اور اکنامکس پڑھی اور برطانیہ میں بھی تعلیم حاصل کی۔ اس عمر میں کہ جب ارب پتی عرب نوجوان عیش و عشرت کی زندگی کا تجربہ کرتے ہیں اسامہ درس و تدریس اور اسلامی علوم سیکھ رہا تھا۔ اس نے بلاشبہ انجینئرنگ کی ڈگری لندن سے حاصل کی جہاں کا ماحول انتہائی آزاد اور پرکشش تھا لیکن اسامہ محنت اور دیانتداری سے اپنی تعلیم کے حصول میں کوشاں رہا۔ ڈگری لیتے وقت دوسرے بہت سے عرب شہزادوں کی طرح اس کے ساتھ کوئی ولائتی خاتون نہیں تھی نہ بیوی کے روپ میں اور نہ گرل فرینڈ کی شکل میں، لندن میں اس وقت اس کے بعض ہم عمر ہر طرح کی عیاشی کو جائز سمجھتے تھے، مگر وہاں بھی خوبصورت طویل القامت اور وجیہ الشکل اسامہ نے کبھی اس قسم کی حرکت نہیں کی، جس کی اسلام اجازت نہ دیتا ہو۔ ڈگری لی اور اپنے وطن سعودی عرب پہنچ کر اس نے اپنے باپ کے کاروبار کو اپنے علم کی روشنی میں اس طرح وسعت دی کہ مختصر عرصے میں کروڑوں ڈالر کمائے۔ اس کے بعد ان کی دیانتداری اور محنت سے کام کرنے کی وجہ سے انجینئرنگ کی دنیا میں ان کا ایک نام بن گیا اور سعودی عرب کے بڑے بڑے ٹھیکے انہیں ملنے لگے۔ حتیٰ کہ مسجد نبوی کی توسیع کے ریوڑ دار بے منصوبے کو لادن کنسٹرکشن کمپنی نے مکمل کیا۔ لادن کنسٹرکشن کمپنی نے سعودی عرب کے طول و عرض میں ملک کی تعمیراتی ترقی میں بھرپور حصہ لیا اور لادن خاندان ترقی کرتا ہوا ارب ڈالر کا مالک بن گیا۔ حرمین کی جدید توسیع، سعودی عرب میں جدید پلوں اور سڑکوں کا جال اس کمپنی کا کارنامہ ہے۔

اسامہ بن لادن کی والدہ انتہائی راسخ العقیدہ خاتون تھیں اور اسامہ ان کی اکلوتی اولاد، اس

Marfat.com

لئے ایسی ماں کی تربیت میں پلنے والا بچہ جب پڑھ لکھ کر جوان ہوا تو ارب پتی ہونے کے باوجود کاروبار زندگی اور عیش و آرام سے زیادہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے مصائب انہیں زیادہ متاثر کرنے لگے۔ اسامہ بن لادن نے برطانیہ سے تعمیراتی انجینئرنگ کی ڈگری لی، مگر کون جانتا تھا کہ تعمیرات کا یہ فن قدرت افغانستان میں ایک قاہر سپر طاقت سویت یونین کی مزاحمت اور تخریب کیلئے استعمال کرے گی۔ اسامہ بن لادن جب ۱۹۸۴ء میں افغانستان آیا تو سویت یونین کے خلاف جہاد اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا مگر روس گن شپ ہیلی کاپٹروں نے مجاہدین کی نقل و حرکت جام کر رکھی تھی اس سے مجاہدین کا جانی نقصان بھی زیادہ ہوتا تھا ان دنوں اسامہ بن لادن جدہ شہر کو بجلی سپلائی کرنے کے پلانٹ کا مالک تھا جبکہ تعمیرات کے متعلق بھاری مشینری کا بڑا ذخیرہ بھی اس کی ملکیت میں تھا۔ یہاں سے بڑے بڑے بلڈوزر اور پہاڑوں میں کھدائی سے متعلق بھاری مشینری اس نے جدہ کی بندرگاہ سے بحری جہازوں کے ذریعے کراچی پہنچوائی۔ جہاں سے انہیں طورخم کے راستے افغانستان پہنچایا گیا۔ ان بھاری مشینوں کے ذریعے افغانستان میں مجاہدین کیلئے پہاڑوں میں محفوظ پناہ گاہیں تعمیر کی گئیں جس کی وجہ سے روسیوں کا کارآمد ترین ہتھیار گن شپ ہیلی کاپٹر غیر موثر ہو کر رہ گیا اور جنگ کا پانسہ مجاہدین کے حق میں پلٹنا شروع ہو گیا اسامہ مجاہدین کیلئے خود خندقیں اور سرنگیں ڈیزائن کرتے تھے مجاہدین کیلئے اسلحہ اور خوراک کے انتظامات میں اسامہ نے اپنی جیب سے لاکھوں ڈالر خرچ کئے دنیا کے کسی بھی حصے سے افغانستان آنے والے ہر مجاہد کے سفر کا خرچ اسامہ بن لادن نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ اسامہ نے اپنی دولت جہاد افغانستان میں بے دریغ لٹائی۔ اس نے ربانی، حکمت یار، احمد شاہ مسعود اور سیاف پر کروڑوں ڈالر خرچ کئے حتی کہ ایک دفعہ اس کی بہن نے بھی تین کروڑ ریال جہاد افغانستان میں دیئے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ مجاہدین کی قیادت بھی کرتا تھا۔ وہ امریکہ، روس اور اسرائیل کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور اس نے اپنے ایمان پر ان تینوں کا مقابلہ کیا۔ قصبہ حاجی صاحب کے مشہور معرکے میں عرب سے آئے ہوئے مجاہدین کا روسی کمانڈوز کے ساتھ دست بدست مقابلہ ہوا تھا اس معرکے میں روسی کمانڈوز کے ساتھ ساتھ مجاہدین کا بھی خاصہ جانی نقصان ہوا تھا۔ اس معرکے کی قیادت اسامہ بن لادن نے کی تھی۔

افغانستان جہاد کی کامیابی اور سوویت یونین کی تحلیل کے بعد افغانستان کے اسلامی گروپ

Marfat.com

آپس میں دست و گریباں تھے۔ اسامہ بن لادن اس دوران سوڈان وارد ہوا تھا۔ یہاں آ کر اس نے اپنے کاروبار کو دوبارہ سیٹنا شروع کر دیا۔ سینکڑوں عرب مجاہد بھی اس کے ساتھ تھے۔ جنہیں اسامہ بن لادن نے اپنے کاروبار میں کھپانا شروع کر دیا۔ اسامہ نے سوڈان کے دارالحکومت خرطوم میں دریائے نیل کے کنارے بڑے بڑے زرعی فارم تیار کروائے جہاں کی پیداوار سے اس نے سوڈانی مسلمانوں کی خدمت شروع کی مگر امریکہ اور اس کے حواری ملکوں نے اسامہ کو یہاں بھی چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ مغربی میڈیا مسلسل اس پر الزام تراشی کر رہا تھا کہ اس نے دریائے نیل کے کنارے دہشت گردوں کی تربیت کیلئے کیمپ قائم کر رکھے ہیں۔

اس الزام تراشی کی وجہ سے سوڈان پر عالمی سطح پر اتنا دباؤ پڑا کہ جنرل حسن شیر نے اسامہ سے ملک چھوڑنے کی درخواست کر دی۔ اس دوران اسامہ دیکھتا رہا ہے کہ عالم اسلام کے اندر پیدا کی جانے والی ہر آویزش اور چپقلش آخر کار عرب ممالک کی سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی بدحالی پر منتج ہوتی ہے تو اس نے تب سے ہی اپنے وطن اور اس کے اردگرد پیدا ہونے والی ہر آویزش کو ختم کرنے اور اقتصادی اصلاح کی کوشش شروع کر دی۔ سوڈان کی جنوبی سرحد پر عرصے سے عیسائی قبائلی بغاوت چل رہی تھی۔ سوڈان کی حکومت اس محاذ پر کامیاب ہوتی نظر آئی تو اس کی شمالی سرحد پر مصر کے ساتھ جھگڑے شروع کروا دیئے گئے اور دہشت گردی کا الزام لگا کر امریکہ نے اس کا اقتصادی بائیکاٹ کروا دیا تاکہ ملک میں بارشیں نہ ہونے سے خوراک کی جو کمی ہوئی ہے وہ مکمل قحط میں بدل جائے اور اس طرح سوڈان کو ایتھوپیا کی سی کیفیت سے دوچار کر کے اسلامی حکومت قائم کرنے کی سزا دی جائے۔ اسامہ نے یہ جرم کیا کو سوڈان جا کر مختلف زرعی فارم قائم کیے اور سوڈان کی اکانومی کو بحال کرنے کیلئے اپنے خرچ پر خرطوم سے پورٹ سویز تک تقریباً بارہ سو کلو میٹر لمبی سڑک تعمیر کروائی۔ اس طرح سوڈان کی اکانومی تباہی سے بچ گئی۔ زرعی فارم کامیاب ہو گئے۔ سوڈان خوراک میں خود کفیل ہو گیا چینی برآمد کرنے لگا اور قحط صرف جنوبی سوڈان کے باغی علاقوں میں محدود رہا۔ امریکہ اسے اسامہ کا جرم تصور کرتا ہے۔ سوڈان کے عوام اسے بن لادن کی سخاوت سمجھتے ہیں اور اسامہ یہ سمجھتا ہے کہ اس نے سوڈان کی جانب بڑھتی ہوئی مہنگائی اور قحط کو روک کر سوڈان کو اقتصادی تباہی سے بچا لیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسامہ نے نہ صرف سوڈان بلکہ پورے عالم عرب کی خدمت کی ہے جو اس کا وطن بھی ہے۔

Marfat.com

سوڈان کی جنوب مشرقی سرحد پر صومالیہ خانہ جنگی کا شکار ہوا۔ فرح عدید کی ملیشیا سب سے طاقتور تھی جب کامیابی کے آثار ظاہر ہونے شروع ہوئے تو یو این او کی طرف سے فوجیں اتار کر عدید کے مخالف دھڑے کو جو ختم ہونے کو تھا۔ امداد کی فراہمی شروع کر دی گئی تاکہ بحیرہ قلزم اور بحر ہند کے سنگم پر آویزش مستقل برقرار رکھی جاسکے یہاں پر امریکی افواج کی موجودگی مشرق اوسط کے تیل کے گرد محاصرے کو مکمل کر سکتی تھی۔ اسامہ بن لادن نے آگے بڑھ کر فرح عدید کی ملیشیا کی مدد کی جب عدد نے براہ راست امریکی فوجوں پر حملے شروع کئے تو امریکہ نے فوراً صومالیہ سے اپنی فوجیں بلوالیں۔ صومالیہ کی آویزش جو عالمی خبروں میں سرفہرست چل رہی تھی یکدم ختم ہو گئی۔ بن لادن نے عرب تیل کے خطے کا محاصرہ کرنے والی ایک بڑی چیک پوسٹ ختم کر دی امریکہ کے نزدیک اسے اسامہ کی جانب سے تیل کے محاصرے سے روکنا دہشت گردی ہے، جبکہ عرب باشندے بن لادن کے ذریعے حاصل ہونے والے تحفظ کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور اسامہ خود بھی اسے بجا طور پر اپنے وطن کے مفادات کا تحفظ سمجھتا ہے۔ صومالیہ سے مایوس ہو کر محاصرے کیلئے اگلا پوائنٹ منتخب کیا گیا۔ یمن عرصے تک دو ٹکڑے میں بٹا رہنے کے بعد متحد ہو چکا تھا۔ جنوب کو جو پہلے کمیونسٹ بلاک کا حلیف تھا۔ شمال کے خلاف متحرک کر دیا گیا پھر سے خانہ جنگی کی آویزش شدت اختیار کرنے لگی۔ سعودی عرب بھی اس میں ملوث ہو گیا خطرہ اسامہ کے وطن کے سر پر پہنچ گیا تھا۔ چنانچہ اسامہ سوڈان سے یمن یا اس کے قریب منتقل ہو گیا۔ امریکہ کی بھرپور امداد کے باوجود اس نے اپنی بھرپور حکمت عملی کی وجہ سے شمالی یمن کے قبائل کو منظم کیا اور جنوبی یمن کی باغی فوج کو مکمل شکست دلوا دی یمن پھر سے متحد ہو گیا۔ سعودی عرب کی سرحد پر آویزش ختم ہو گئی۔ امریکہ دو حصوں میں بٹ جانے والے عرب ملک یمن کو متحد کرنے کی کارروائی کو دہشت گردی کہتا ہے۔ یمنی تباہی سے بچ جانے کی وجہ سے اسامہ کے شکر گزار ہیں اور وہ خود یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے وطن کو ایک شدید خطرے سے نجات دلائی ہے۔

افغانستان کی غاروں اور مورچوں میں رہ کر اسامہ نے برسوں جہاد کیا اپنے ساتھی عرب شہیدوں کی لاشیں اپنے ہاتھوں سے دفن کیں۔ ابتداء میں امریکہ طالبان کا حامی تھا لیکن اب جب اس پر واضح ہو گیا کہ طالبان ایک اسلامی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ان

Marfat.com

کے مخالف ہو گیا۔ سوڈان سے نکلنے کے بعد جب اسامہ دوبارہ افغانستان آ گیا تو اس دوران امریکی ورلڈ ٹریڈ سنٹر میں دھماکہ ہوا اور سعودی عرب میں امریکی تنصیبات کو نشانہ بنایا گیا تو اس پس منظر میں امریکی تحقیقاتی اداروں نے اسامہ پر اپنے بھرپور شک کا اظہار کیا جس کی وجہ سے اسامہ کی سعودی شہریت معطل کر دی گئی۔ اس کے بعد اسامہ نے جلال آباد کو اپنا مسکن بنایا لیکن اس علاقے کو وہ غیر محفوظ سمجھتے ہوئے جلد ہی صوبہ خوست میں منتقل ہو گیا۔ افغان جہاد میں شرکت کرنے والے ہزاروں عرب مجاہدین کی حمایت اسے حاصل تھی ان مجاہدین کا تعلق الجزائر، فلسطین، مصر، شام اور خلیجی ممالک سے تھا۔ ۱۹۹۲ء میں اوسلو معاہدے کے بعد پی ایل او کا انقلابی ونگ ''الفتح'' یاسر عرفات کی امریکہ اسرائیل نوازی سے متنفر ہو چکا تھا۔ الفتح نے ۷۰ء اور ۸۰ء کے عشروں کے دوران یورپ میں اسرائیل خفیہ ایجنسی موساد کی کارروائیوں کو مانیٹر کرنے کا جدید نظام قائم کر رکھا تھا اس ونگ کے بڑے بڑے شعبے خاموشی سے مگر بھرپور طریقے سے اسامہ بن لادن کے حمایتی بن چکے تھے۔ اس ونگ کے ایک طاقتور رکن عاطف بسیسو کو ۱۹۹۲ء میں موساد نے پیرس میں قتل کر دیا تھا۔ ۹۴-۱۹۹۳ء کے دوران لڑی جانے والی جنگ میں اسامہ بن لادن کے مجاہدین کو بوسنیا میں داخل ''الفتح'' کے ارکان ہی نے کرایا تھا کیونکہ وہ یورپ کے ہر خفیہ و ظاہر گوشے سے واقف تھے۔

مسلمان مجاہدوں کے بوسنیا پہنچتے ہی جنگ کا پانسہ مسلمانوں کے حق میں پلٹنا شروع ہو گیا اس وقت اسامہ بن لادن کو فلسطین میں حماس کے علاوہ یاسر عرفات کے سابق رفیقوں کی حمایت بھی حاصل ہے۔ یورپ کے بڑے بڑے اسلامی مراکز ذہنی طور پر اسامہ کو مغربی ریشہ دوانیوں کا زبردست توڑ سمجھتے ہیں۔ امریکہ صرف خلیج ہی میں اسامہ کے نام سے خوف زدہ نہیں ہے بلکہ اس کے خیال میں اسامہ کا اثر مشرق وسطی سے نکل کر یورپ اور افریقی ممالک تک جا پہنچا ہے جو امریکی مفادات کیلئے زہر قاتل ثابت ہو سکتا ہے۔ موجودہ امریکی کارروائی کے بعد احتمال ہے کہ وہ اسامہ بن لادن کے خلاف ابھی مہم جوئی سے باز نہیں آئے گا مگر اس کی قیمت چکانے کا سلسلہ بھی اسے جاری رکھنا پڑے گا۔ اس وقت امریکہ کیلئے دنیا میں زمین سکڑ رہی ہے امریکی جارحیت نے اسلام کے نام لیواؤں کو متحد کر دیا ہے۔ مسلمانوں کے امریکہ سے انتقام لینے کا جذبہ اور اس کے خلاف بیزاری میں بھرپور اضافہ ہو رہا ہے اب وقت قریب ہے کہ دین اسلام کی روشنی

Marfat.com

طلوع ہو کر دنیا میں غالب آئے گی اور ہر جانب عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کا اجالا پھیل جائے گا۔

اسامہ بن لادن جو عالمی سطح پر ایک پراسرار شخصیت بن چکے ہیں اسلامی تنظیمیں انہیں مجاہد اعظم کہتی ہیں جو خلیج سے امریکی موجودگی کا نہ صرف خاتمہ چاہتا ہے بلکہ اس کیلئے عملی طور پر بھی جہاد کر رہا ہے مغربی دنیا، اخبارات اور بعض نام نہاد مسلم حکومتیں بھی ان سے خوفزدہ ہیں۔ لادن کمپنی کے وہ مالک ہیں کنسٹرکشن اس کا بنیادی کام ہے۔ ان کے رشتہ داروں کی بن لادن کمپنی سعودی عرب میں اب بھی کام کر رہی ہے۔ کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی کی تعمیر نو اسی بن لادن کمپنی نے کی ہے، مکہ سے مدینہ کے درمیان تمام مساجد کی تزئین نو بھی اسی کمپنی نے کی ہے آج امریکہ کی مخالفت کی وجہ سے اسامہ بن لادن کے دو بیٹے اس وقت سعودی حکومت کی قید میں ہیں۔ تنزانیہ اور کینیا میں امریکی سفارتخانوں میں بم دھماکوں کے بعد سے یہ سعودی مجاہد عالمی خبروں کا محور بنا اور پھر امریکہ نے اچانک اس کو شہید کرنے کیلئے افغانستان اور سوڈان پر حملے کر دیئے۔ اب اسامہ کو مزید مقبولیت ملی ہے۔ ان کی ذمہ داریاں بڑھی ہیں علاوہ ازیں ان کیلئے خطرات بھی بڑھ گئے ہیں۔ دیکھئے مستقبل کے منظر نامے پر کیا ابھرتا ہے۔

ہم نے اسامہ بن لادن کی مجاہدانہ سرگرمیوں پر اپنی محدود اطلاعات کے پیش نظر روشنی ڈالی ہے مگر ہمارے اپنے ملک پاکستان کے حالات بھی دنیا میں اسلامی تحریکوں کے ابھرتے ہوئے تناظر میں بدلتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ افغانستان، عراق، لیبیا، ایران اور سوڈان تو امریکہ کی ننگی جارحیت اور دہشت گردی کی زد میں ہیں مگر پاکستان میں جو تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں وہ بھی امریکہ کیلئے تشویشناک اور پاکستانی حکمرانوں کیلئے غور طلب ہیں۔ وہ ذہنی اور سیاسی طور پر اس کشمکش کا شکار ہیں۔ آیا وہ اپنے آقایان ولی نعمت، امریکہ اور برطانیہ کی پاسداری کریں یا مسلمانان پاکستان کے ابھرتے ہوئے جذبات کو سامنے رکھیں اگرچہ پاکستان کے موجودہ حکمرانوں نے ایٹمی دھماکہ کرنے اور شریعت بل پاس کرنے کا کہہ کر امریکہ اور اس کے حواریوں کو کاری ضرب لگائی ہے مگر ملک کے اندر بے دین، زر پرست اور علیحدگی پسند قوتیں جس انداز سے واویلا کر رہی ہیں اس کا نوٹس لینا اب حکومت کا ہی نہیں عوام کا بھی کام ہے یہ قوتیں کئی بہانے بنا بنا کر کئی روپ دھار دھار کر کئی شرطیں لگا لگا کر ان اقدام کو بے اثر بنا رہی ہیں۔ انہیں غالباً یہ

Marfat.com

معلوم نہیں کہ اب پاکستان کے عوام بیدار ہو چکے ہیں۔ وہ ان سیاستدانوں کے ان جھوٹے نعروں کو کئی بار آزما چکے ہیں وہ ملک میں دین اور نظام مصطفیٰ کے نفاذ کیلئے بے تاب ہیں اور ان کے سامنے آنے والی بے دین قوتیں اب صلح و صفائی سے نہیں تو اسلامی انقلاب کی زد میں آئیں گی۔
پچھلے دور حکومت کے خفیہ اداروں نے ایک رپورٹ میں کہا تھا کہ پاکستان میں اڑھائی لاکھ طلباء اپنے اپنے دینی مدارس میں عسکری تربیت حاصل کر رہے ہیں پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں یا تو دیدہ دانستہ پردہ ڈال رہی ہیں یا ان کے ذرائع اتنے محدود ہیں کہ وہ اڑھائی لاکھ طلباء کے نام اپنی رپورٹوں میں محفوظ کئے بیٹھے ہیں۔ ہم حکومت کے ان اداروں پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ آج پاکستان کے دینی مدارس، مساجد، خانقاہوں اور درگاہوں میں دس لاکھ نوجوان پوری طرح تیاری کے ساتھ کف بہ کلاشنکوف تیار کھڑے ہیں کہ اگر پاکستان کا بے دین طبقہ نظام مصطفیٰ کے نفاذ میں لیت و لعل کرے تو اب انہیں ایران کے سپاہ داروں اور افغانستان کے طالبان کی زبان میں جواب دیا جائے۔ حکومت پاکستان کے افسران مجاز کی نگاہیں جن طلباء پر ہیں وہ تو فرقہ واریت کے بھیس میں سپاہ صحابہ اور سپاہ محمد اور لشکر طیبہ کے چند افراد ہیں۔ اصل کام کرنے والے وہ تو اپنے وقت پر ثابت کریں گے کہ ان بے دین قوتوں کو کس طرح جواب دیا جاتا ہے۔ صوبہ سرحد کے چند "ولی خوانی"، بلوچستان کے اسلام بیزار، سندھ کے تنگ پسند، کراچی کے ایم کیو ایم والے وقت آنے پر دیکھ لیں گے کہ جو لوگ اللہ اور رسول کا پیغام لے کر نکلتے ہیں ان کے سامنے ان کی حیثیت کیا ہو گی۔

ے زشاہاں تاج ستانند و خرقہ بردوشند!

(--------- (--------- (---------)

Marfat.com

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھویؒ

ایک تاریخ ساز اور ہمہ گیر شخصیت

ڈاکٹر شاہ سید محمد مظاہر اشرف جیلانی

گذشتہ صدی میں جو ہستی محبت رسول ﷺ و محبت آل رسول ﷺ میں گم نظر آتی ہے وہ اس قدر ہمہ گیر علم و عمل تھی جس کی وسعت جس کی رفعت کو بیان کرنا آج کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم دین، فلسفی، شاعر اور محقق کا کام نہیں جس کی تحریر نے دنیائے مسلمانیت میں ایک فکر انگیز انقلاب برپا کردیا، بھٹکی ہوئی یا بھٹکنے والی امت مسلمہ کو سیدھی راہ دکھائی، بدعقیدگی اور گستاخی کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں محبت رسول ﷺ کی شمع سے روشنی پھیلائی اور مسلمانوں کو حقیقی راہ سے آشنا کیا۔ میرا اشارہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی قدس سرہ کی طرف ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلویؒ کو اللہ تعالیٰ نے ایسے پاکیزہ خمیر سے پیدا فرمایا جس کی ہر آن ہر شان ہر بات ہر ادا سے جہاں سینکڑوں مسائل دینیہ حل ہوتے نظر آتے ہیں وہاں ہر لمحہ محبت حبیب کبریا ﷺ سے بھرپور نظر آتا ہے۔ اعلیٰ حضرت نے جس قدر کتب تصنیف فرمائیں اور ہر علم میں مکمل ادراک کے ساتھ جو اضافے فرمادیئے وہ شاید رہتی دنیا تک اب کوئی نہ کرسکے گا لیکن سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کا کوئی قول کوئی تحریر ایسی نہیں ملتی جس میں سنت مصطفیٰ ﷺ کی جھلک نہ ہو خواہ وہ تحریر علم جفر ہو، علم نجوم پر ہو، علم حیاتیات پر ہو، علم نباتات پر ہو، علوم فلسفہ وارضیات پر ہو سب کی سب قرآن و سنت کی روشنی میں خود نمایاں ہوگئیں ہیں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا صرف یہی ایک کام نہیں ہے کہ انہوں نے لاتعداد کتب تصنیف فرمائیں بے مثال مسلمانوں کی قیادت کے فرض کو نبھایا بلکہ آپ نے اپنے پیچھے ایسے متقی پرہیزگار، علم و عمل کے کوہساروں کی ٹیم یا جماعت چھوڑی۔ جس نے اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات و عقائد کی اشاعت میں اپنی استعداد

Marfat.com

کے مطابق ہراول دستے کا کام کیا اور دنیا کے دور دراز علاقوں میں مسلک اہل سنت و جماعت جس پر اعلیٰ حضرت سختی سے قائم تھے اس کو پھیلایا وہابیت' نجدیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکا اور دنیا کے دھارے کا رخ موڑا۔

ان علم کے کوہساروں میں حضرت مولانا امجد علی صاحب (صاحب بہار شریعت) حضرت حافظ ملت مولانا عبدالعزیز صاحب شیر بیشہ اہل سنت علامہ مولانا حشمت علی صاحب علامہ عبدالحامد بدیوانی' مولانا صبغتہ اللہ فرنگی محلی' علامہ سلیمان اشرف بھاگلپوری' حضرت سید محمد محدث اعظم ہند کچھوچھوی' مولانا شاہ سید احمد اشرف (جامع الکلام) علامہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی' علامہ ابوالبرکات سید احمد اشرفی صاحب' علامہ ابوالحسنات اشرفی صاحب' علامہ عارف اللہ صاحب اشرفی' محدث الوری علامہ سید دیدار علی صاحب قادری' مفتی احمدیار خاں نعیمی اشرفی' مفتی عمر نعیمی اشرفی اور سب فاضلوں کے فاضل حضرت صدرالافاضل مولانا نعیم الدین اشرفی مراد آبادی کے علاوہ مشائخ عظام میں حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب' حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی جیسے اہم طریقت کے ستون شامل تھے۔ انہی مشائخ عظام میں اعلیٰ حضرت شاہ محمد علی حسین اشرفی جیلانی ہم شبیہ غوث الاعظم ایک نرالی شان سے اس قافلہ کے علماء و مشائخ میں شانہ بشانہ علمائے ہندوستان میں باطل قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے سرگرداں نظر آتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ خاندان اشرفیہ کچھوچھا شریف کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے خاص نسبت تھی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی بھی خاندان اشرفیہ کچھوچھا شریف کو خاص اہمیت دیتے تھے خاص طور پر اعلیٰ حضرت شاہ محمد علی حسین اشرفی الجیلانی سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ اشرفیہ کے صحیح النسب سید اور اولاد اور ہم شکل غوث الاعظم ہونے کے ناطے ان کے پاؤں چومتے تھے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا فضلاء علماء مشائخ میں ایک ایسی شخصیت بھی سب سے نمایاں تھی جس نے اپنے خطابات اپنے اشعار اپنے افکار اپنے ذہن کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" کے افکار و نظریات کے مطابق ڈھال کر ان کی اشاعت کے لئے خود کو وقف کردیا تھا اور جس والہانہ فدایانہ انداز میں افکار رضا کی اشاعت کی وہ شاید

Marfat.com

ہی ان کے کسی ہم عصر بزرگ نے کی ہو اس ہستی کا اسم گرامی حضرت سید المفسرین رئیس المتکلمین شہباز خطابت حضرت علامہ مولانا سید محمد اشرفی الجیلانی محدث اعظم ہند کچھوچھوی تھا جو اپنی ذات میں ایک انجمن اور مجلس تھے۔ یہ وہ ہی ہستی تھی جس کو اس کے نانا حضرت شیخ طریقت اعلیٰ حضرت شاہ سید محمد علی حسین اشرفی الجیلانی کچھوچھوی نے اپنے فرزند اکبر کے ساتھ ایک بھرے جلسہ عام میں اہل سنت و جماعت کے حوالے کیا تھا اور ان کو اپنی عاقبت کی پونجی قرار دیا تھا ہاں ہاں یہ وہ ہی ہستی تھی جس کے خطاب کی شان تصورات کی دنیا میں مسجد وزیر خاں کے اس اسٹیج پر اگر پہنچا دے جس اسٹیج پر امیر ملت حضرت پیر جماعت علی صاحب محدث علی پوری' حضرت قطب وقت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین اشرفی مراد آبادی' حضرت علامہ سید ابوالبرکات سید احمد صاحب اشرفی' حضرت سید ابوالحسنات سید محمد احمد اشرفی و دیگر علوم منقولات و معقولات کے ہمالیہ تشریف فرما ہیں اور ان کے بیچ ایک اور بلند منبر رکھا ہے جس پر وقت کا رئیس المتکلمین سید المفسرین محقق اعظم مفتی اعظم' محدث اعظم ہند کچھوچھوی اپنے مخصوص انداز میں قرآن کریم کی ایک آیت کریمہ کی تفسیر' تشریح فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ علم کا ایک سمندر ہے جو بہہ رہا ہے اور رموز معرفت و حقیقت کو ایسے انداز میں پیش کر رہا ہے کہ جس پر حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین اشرفی مراد آبادی بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکے کہ یہ القاء ہے۔ القاء یہ معانی یہ حقائق کتابوں کے نہیں ہیں بلکہ آمد ہے آمد جو براہ راست سینہ غوث الوریٰ سے سینہ محدث اعظم ہند کچھوچھوی میں منتقل ہو رہے ہیں۔ مجمع ہے کہ جھوم رہا ہے تحسین و آفرین کے نعروں سے پوری جلسہ گاہ گونج رہی ہے اور بقول علامہ صاحبزادہ اقبال فاروقی صاحب مدیر جہان رضا کے مسجد وزیر خاں کے در و دیوار گونج رہے تھے۔ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی کسی ناخواندہ دور کے عالم یا محدث نہیں تھے بلکہ ایسے دور کے محدث تھے۔ جب عام مسلمان بھی دینی معلومات اور ابتدائی دینی علوم کے زیور سے آراستہ ہوتا تھا۔ اس دور کے عام مسلمانوں کو میں نے اپنی آنکھوں نے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ ایک عورت میرے استاد

Marfat.com

محترم جن سے میں قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا کے پاس آئی اور ایک سرخ رنگ کا سیب ان کو دیا اور کچھ نہ کہا۔ استاد نے عورت جو مکمل پردہ نشین تھی اس سے کچھ نہ پوچھا بلکہ جیب سے چاقو نکال کر اس کو درمیان سے کاٹ کر اس کے حوالے کر دیا اور وہ عورت اپنا سیب لے کر واپس چلی گئی۔ ہم سب بغور یہ کچھ دیکھتے رہے۔ ایک طالب علم جو عمر میں سب سے بڑا تھا اور ماشاء اللہ باریش تھا اپنے استاد محترم سے پوچھا حضرت کیا اس عورت کو سیب کاٹنا نہیں آتا تھا؟ استاد محترم مسکرائے اور جو جواب دیا وہ اس وقت میری سمجھ سے بالا تر تھا۔ فرمانے لگے یہ عورت مسئلہ پوچھنے آئی تھی کہ عورت پاک کب ہوتی ہے تو میں نے اس کو جواب دے دیا۔ یعنی سرخی کے بعد جب سفیدی آجائے تو پاک ہو جائے گی۔ آج میں سوچتا ہوں کہ اس وقت کے لوگ کس قدر عقل مند فہم و ادراک کے مالک تھے تو پھر اس وقت کے علماء اور پھر اس وقت کے محدث وہ بھی محدث اعظم کے لقب سے ملقب ہو اور خود ساختہ نہیں بلکہ اپنے وقت کے معروف مقتدر اعظم علامتہ العلام مطیع الرسول قادری بدایوانی نے اپنے اس نامور شاگرد کو تیسری مرتبہ سند حدیث حاصل کرنے پر محدث اعظم ہند" کا خطاب عطا فرمایا تھا کیونکہ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی" کا خطاب عطا فرمایا تھا کیونکہ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی" کو چھ ہزار حدیثیں معہ ثقہ روایتوں کے اسمائے گرامی یاد تھیں تو پھر اس محدث اعظم کی علمیت اور فہم و ادراک کی کیفیات کیا ہوں گی۔ جب ہی تو حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی" ہندوستان بھر کے اعلیٰ مدارس دینیہ میں منتہی طلباء کا امتحان لینے دور دراز کا سفر طے کر کے تشریف لے جاتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ جب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی خدمت میں تمام علوم و اسناد حاصل کر کے فتویٰ نویسی کا فن سیکھنے پہنچے تو صرف فتویٰ نویسی ہی نہیں سیکھی بلکہ اعلیٰ حضرت کے ہاں علم کے سمندر بے کنار سے بہت کچھ حاصل کیا۔ علوم نقلیہ و عقلیہ کے گوہر سے اپنے دامن کو بھرا اور پھر اعلیٰ حضرت" نے غوث الوریٰ کے اس شہزادے کو مفتی اعظم کا خطاب عطا فرمایا۔ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی" کو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی" سے وہ محبت پیدا ہو گئی کہ انہوں نے اپنی زندگی کو اعلیٰ حضرت کے افکار و نظریات کو نہ صرف اپنی زندگی کا حصہ بنایا

Marfat.com

بلکہ اس کی اشاعت اس قدر کی کہ ان کا کوئی ہم عمر یہ کام انجام نہ دے سکا۔ جب حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ نے اپنا اردو ترجمہ قرآن پاک کا بنام معارف القرآن اعلیٰ حضرت کو دکھایا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا "شہزادے تم اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔"
حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ تقلیدی مشرب رکھتے تھے۔ علوم دینیہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی ان کے آئیڈیل تھے اور ہر طریقے پر وہ اعلیٰ حضرت کے مقلد تھے۔ یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت نے اپنی شاعری میں محبت رسول ﷺ کا لافانی درس دیا۔ دوسری طرف نجدیت کے خلاف اپنی علمی دو دھاری تلوار استعمال فرمائی تو حضرت محدث اعظم بھی اعلیٰ حضرت کی اقتدا میں یہی سب کچھ کرتے نظر آتے ہیں۔ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

محبوب خدا کا دیوانہ دانائے رموز ایمان ہے
تعظیم نبی ﷺ سے گھبرانا یہ کفر تو ہے اسلام نہیں

پہلے مصرع میں محبت رسول ﷺ کا سبق ہے دوسرے میں نجدیت کی کاٹ یا رد ہے۔ اسی طرح حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ قدس سرہ کیونکہ اپنے ماموں اور سسر کے مرید اور خلیفہ تھے اور حضرت شاہ سید احمد اشرف جامع الکلام مقرر خوش بیان تھے وہ اکثر اپنے مواعظ حسنہ میں جس طرح اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے تھے۔ حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ بھی پیر کی اقتدار میں اپنے خطاب کے دوران اپنے ہاتھوں کو اپنے پیر کے انداز میں حرکت دیا کرتے تھے بلکہ ایک جگہ اپنے شعر میں اپنے پیر کے متعلق فرماتے ہیں۔

محویت چھا گئی جب حسن بیان یاد آیا
دل تڑپ اٹھا وہ انداز بیاں یاد آیا
جھومتی رہتی ہے دنیائے تصور سید
جب کبھی موعظہ پیر مغاں یاد آیا

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ خوبیوں سے نوازا تھا عالم باعمل' خطیب بے مثل محرر بے بدل شاعر خوش خصال' ان خوبیوں کے علاوہ حضرت محدث اعظم صرف عالم صرف مقرر' صرف صوفی' صرف محدث' صرف مدرس ہی نہیں بلکہ علوم دنیا

Marfat.com

میں بھی دسترس رکھتے تھے۔ علوم فلکیات اور علم نجوم سے بھی خوب واقف تھے سب کچھ تھا لیکن کوئی چیز قرآن و سنت سے الگ نہیں تھی وہ پیکر سنت رسول ﷺ تھے جامع العلوم نبی ﷺ تھے حسب نسب میں کوئی جھول نہیں تھا اسی لئے اپنے ہم عصر علماء فضلاء محققین محدثین مقررین سب میں نمایاں مقام رکھتے تھے تحریکی دماغ معاملہ فہمی بروقت فیصلہ کرنے کی قوت فردشناسی مقام افراد سے آگاہی حالات و کوائف کا مکمل ادراک قائدانہ صلاحیت بے باک ترجمانی قادر کلامی ان سب خوبیوں نے ان کو اپنے معاصر برگزیدہ ہستیوں میں ممتاز کردیا تھا۔ آج کون ہے جو ان کے تاریخی خطبہ سنی کانفرنس بنارس اور اجمیر کی افادیت سے انکار کر سکے۔

آج سے پچاس سال قبل جن خطرات اور محرکات کی نشاندہی ان خطبات میں کی گئی کیا آج وہ حالات نہیں؟ اگر ان خطبات میں تجویز کردہ بیماریوں کے علاج پر توجہ دی جاتی تو کیا اہل سنت آج اس کسمپرسی کے حالات سے دوچار ہوتے؟ ہرگز نہیں۔

آج حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ کو کم و بیش ۳۸ (اڑتیس) سال گزرے ہوئے ہوگئے۔ کیوں آج بھی ان کی یاد سب کو ستاتی ہے۔ آج سینوں میں مکمل اتحاد کیوں نہیں ہے؟ ہرایک سُنی آج اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد تعمیر کررہا ہے۔

آج کوئی ایسی بھاری بھرکم شخصیت نظر نہیں آتی جو پورے ملک کے اہل سنت کی شیرازہ بندی کرے جس پر تمام اہل سنت کو اعتماد اور اعتقاد ہو۔ کوئی ہر پگڑی کو سینوں کی نشانی بتا رہا ہے کوئی گیرواں پگڑی کا پرچار کررہا ہے کوئی اللہ ھو کی پکار کو صرف ایمان قرار دے رہا ہے۔ غرض افراتفری کا عالم ہے نفسانفسی کا دور ہے اور قیامت صغریٰ کا سماں ہے۔

یااللہ کیا اب کوئی ایسا مجدد، مصلح نہیں ہوگا جو علوم منقولات و معقولات سے بہرور تمام خصوصیات خاصہ سے متصف ہو اور آج اہل سنت کی ڈگمگاتی کشتی کی ناخدائی کر سکے۔

ہر طرف نجدی وہابی کا سرمایہ کار فرما ہے کہا جا رہا ہے اچھی خوبصورت و جدید مسجد کا خطیب گستاخان رسول ﷺ سے مقرر ہے۔ آج مدینے کی بھولی بھولی بھیڑیں راستہ بھٹک رہی ہیں ان کو سیدھا راستہ دکھانے والا کوئی نہیں۔ اب قبل پاکستان کی علمی شخصیات اپنے

Marfat.com

بڑھاپے کی وادی میں قدم رکھ چکی ہیں- چراغ سحری کے مصداق اپنی توانائیاں اکٹھی کر کے جو کچھ کر سکتی ہیں ان پر قانع ہیں مستقبل کے لئے نوجوان علماء کی طرف نگاہیں لگا کر غیر تسلی بخش حالات سے پریشان ہیں- سنی مدارس میں الاماشاء اللہ استعداد علم کی طرف توجہ نہ ہے لفاظی چرب زبانی پر مدارس اہل سنت کی اسناد بٹ رہی ہیں- نوجوان علماء میں سے اگر کسی کو "علامہ" نہ لکھا جائے تو برا مانتے ہیں بلکہ اب ایک نئی ریت چلی ہے اب علامہ سے بڑھ کر پروفیسر اور ڈاکٹری کا لیبل ہی بہترین عالم کی پہچان بن رہا ہے- ہم بچپن میں اکثر فٹ پاتھ کے بورڈ پر ایک ہاتھ کی شکل بنی دیکھتے تھے اور اس کے نیچے لکھا ہوتا تھا پروفیسر عالم نجومی- لیکن اب عالم دین کا لفظ کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ ڈاکٹر یا پروفیسر کے القاب کا نام کے ساتھ ہونا ہی کمال کی دلیل ہے- آج علماء نجومیوں کے القاب لے کر ڈاکٹر اور پروفیسر کہلاتے پھرتے ہیں- آج مولوی یا ملا یا صوفی اس کو کہا جاتا ہے جس کی فیشن زدہ یا واجبی سی داڑھی ہو خواہ اس کو اپنا نام بھی لکھنا نہ آتا ہو- پانچ سال قبل تک علامہ کا لقب کچھ مستحسن تھا لیکن اب علامہ کا لقب بھی ایک مذاق بن گیا ہے- آج اعراس اولیاء کو منانا شرک و بدعت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اکثر فیشن زدہ طبقہ فیشن کے طور پر کرامات اولیاء کا منکر ایام اولیاء کو منانے سے بیزار نظر آتا ہے لیکن بسنت کا غیر اسلامی تہوار منانا- شادی کی سالگرہ منانا نہ بدعت ہے نہ شرک دنیاوی لیڈروں کے ایام وفات و ایام ولادت منانے پر کوئی موشگافی نہیں کرتا لیکن جن ایام کو ایام اللہ کہا گیا ہے ان کو منانا شرک و بدعت ہے- وزیروں' امیروں کے ہاتھ چومنا' ان کے کپڑوں کو بوسہ دینا شرک بدعت نہیں بلکہ تعظیم و احترام کے زمرے میں آتا ہے اور بیت اللہ شریف کا غلاف چومنا' روضہ الرسول ﷺ کی جالی کو بوسہ دینا آج بھی حرام قرار دیا جا رہا ہے- تبلیغ کے نام پر بال بچوں کے حقوق سے روگردانی کرنا اور ۶'۶ یا ۱۰'۱۰ مہینے گھر سے دور رہ کر چلہ کے نام پر حقوق العباد سے انکار نہیں تو اور کیا ہے؟ رائے ونڈ جیسی غلیظ اور گندی بستی کو مکہ مکرمہ سے افضل قرار دینے والوں کو کوئی نہیں ٹوکتا لیکن مدینہ شریف کی تعریف کرنا مکہ شریف کے بعد مقام دینا حرام قرار دیا جاتا ہے-

Marfat.com

یہ تمام حالات وہ ہیں تمام بیماریاں وہ ہیں جن کی نشاندہی حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی قدس سرہ نے پچاس سال قبل کی تھی اور ان کا علاج بھی تجویز کیا تھا۔ کیا آج ہے کوئی باہمت سنی قیادت جو بنارس سنی کانفرنس کے خطبے میں ان بیماریوں کا تجویز کردہ علاج بروئے کار لاکر اہل سنت کی زبوں حالی کو پھر سدھارے اور صحیح ڈگر پر چلنے کے لئے رہنمائی کرے۔

حضرت محدث اعظم ہند کچھوچھوی ؒ نے تحریک پاکستان کے قائد اور قافلہ کے سرخیل کی حیثیت سے جو پاکستان بنایا تھا اور پاکستان میں دینی مدارس کے نصاب میں جو تبدیلی تجویز فرمائی تھی اگر آج بھی پاکستان کے حالات کو سنوارنے دینی مدارس کے نصاب کو جدید بنانے کے لئے حضرت ممدوح کی تجاویز پر عمل کرلیا جائے تو انشاء اللہ یقیناً پاکستان اور دینی مدارس اہل سنت کا معیار اقوام عالم میں قابل قبول ہوگا۔

Marfat.com

ملفوظات فاضل بریلوی

پر ایک نظر

ڈاکٹر مختار الدین احمد وائس چانسلر
مظہر الحق عربی فارسی' یونیورسٹی پٹنہ' ہندوستان

بیسویں صدی کے اوائل کا مرتب کیا ہوا ملفوظات کا پہلا مجموعہ جو میری نظر سے گزرا ہے وہ حضرت سید غوث علی شاہ قلندر پانی پتی (۱۲۹۷-۱۲۱۹) کے ملفوظات ہیں جن کی ترتیب ان کے خادم طریق ووصی بالتحقیق سید گل حسن شاہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ یہ ملفوظات تذکرہ غوثیہ کے نام سے مشہور ہیں اور اس کے کم از کم پانچ ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ سید غوث علی شاہ تیرھویں صدی ہجری میں سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ گزرے ہیں فارسی اور اردو کے جس قدر ملفوظات میری نظر سے گزرے ہیں (فوائد الفواد' ملفوظات شاہ غلام علی دہلوی اور چند ملفوظات کے استثناء کے ساتھ) بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ اس قدر دلچسپ کتاب اس صنف میں شاید کوئی اور نہیں ہوگی۔ مالک رام صاحب کہتے ہیں:

اس کتاب کی دلکشی کی کماحقہ تعریف نہیں کی جاسکتی۔ زبان کے لحاظ سے ایسی بیساختہ اور موضوع کے لحاظ سے ایسی پرخلوص کتابیں اردو میں بہت کم تصنیف ہوئی ہیں۔

سید غوث علی شاہ کی ولادت تو صوبہ بہار میں قصبہ بہار شریف (مدفن حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیی منیریؒ) کے قریب ایک گاؤں استھانوں میں ہوئی۔ (استھانوں میری نانیہال ہے اور دیسنہ' گیلانی' شکرانوں سے ملا ہوا ہو ایک مردم خیز مقام ہے) جہاں کے متعدد مشاہیر نے شہرت حاصل کی۔ سید غوث علی شاہ ف ۱۲ سال ہی کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ لاہور چلے گئے۔ دہلی آئے تو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد ہوئے۔ مولانا فضل امام خیر آبادی بھی شاہ صاحب کے اساتذہ میں تھے۔ غوث علی شاہ بڑے جہانیاں جہاں گشت

Marfat.com

تھے۔ تعلیم کے بعد مختلف مقامات کی سیر کرتے اور وہاں کے بزرگان دین سے علوم باطنی حاصل کرتے رہے۔ ۶۰ سال کی عمر میں مستقلا پانی پت میں سکونت پذیر ہو گئے اور پانی پتی کہلائے۔

ملفوظات میں پچاسوں ان مقامات کے نام آتے ہیں جہاں جہاں کی انہوں نے سیاحت کی تھی اور بیسیوں ان اصحاب کا ذکر ملتا ہے جن سے انہیں ملنے ملانے کے مواقع حاصل ہوئے تھے۔ شاہ صاحب مرزا غالب کے دوستوں میں تھے۔ دونوں ایک دوسرے کی قدر و عزت کرتے تھے۔ غالب ان سے ملنے زینت المساجد جاتے تھے جہاں وہ ان دنوں مقیم تھے۔ تذکرہ غوثیہ کے بعد اگر اردو میں کچھ اہم ملفوظات لکھے گئے تو وہ منظر عام پر نہ آسکے یا مشہور نہ ہو سکے۔

علامہ اقبال کے افاضات ان کے خطوط میں جابجا بکھرے ہیں کوئی صاحب اگر انہیں مرتب کر کے شائع کر دیں تو یہ بڑی مفید علمی و ادبی خدمت ہو گی۔

اردو میں مشہور ملفوظات جو شائع ہوئے ان کا یہ سرسری ذکر تھا۔ ان کتب ملفوظات کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ چودھویں صدی کے ملفوظات ادب میں بہت اہم حیثیت مجدد مائۃ حاضرہ موید ملت طاہرہ' اعلیٰ حضرت مولانا امام احمد رضا برکاتی بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ملفوظات کی ہے۔ جنہیں مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مصطفےٰ رضاخاں قادری برکاتی نوری نے ۱۳۳۸ھ میں مرتب فرمایا۔ یہ ملفوظات اس جلیل القدر عالم کے ہیں جو تفسیر' حدیث' اصول حدیث' فقہ' اصول فقہ' عقائد وکلام' صرف و نحو' معانی و بیان و بدیع' منطق و فلسفہ' تکسیر و ہیئت و توقیت' حساب و ہندسہ' تصوف و سلوک' ادب و اخلاق' سیر و تاریخ' جبر و مقابلہ' زیجات و مربعات وغیرہ کوئی پچاس علوم و فنون کے ماہر تھے۔ ایسی جامع ہستی ہمیں اس عہد میں کوئی اور نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ملفوظات معلومات کا سرچشمہ ثابت ہوئے ہیں اور تشنگان علم برابر ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔ یہ ملفوظات صرف دو سال کے کچھ مہینوں ہی میں قلم بند کیے جا سکے۔ اگر ۸۔۱۰ سال کے بھی ملفوظات قلم بند کیے جاتے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس کی جلدیں علوم و فنون کی مختصر دائرہ المعارف

Marfat.com

بن جائیں۔

جامع ملفوظات' مفتی اعظم حضرت مولانا مصطفیٰ رضاخاں علیہ الرحمۃ تمہید میں فرماتے ہیں:

اہل اللہ کی زندگی اللہ تبارک تعالیٰ کی ایک اعلیٰ نعمت ہے۔ انہیں نفوس طیبہ سے وہ وہ عقدہ مالاینحل چٹکی بجاتے حل ہوتے ہیں جنہیں کبھی بھی ناخن تدبیر نہ کھول سکے۔ جس سے کیسا ہی مدبر ہو حیران رہ جائے کچھ نہ بول سکے جسے میزان عقل میں کوئی نہ تول سکے۔ ان کی صورت' ان کی سیرت ان کی گفتار ان کی ہر روش ان کی ہرادا ان کا ہر ہر کردار اسرار پروردگار کا ایک بہترین مرقع اور بولتی ہوئی تصویر ہے کہ یہ انفاس نفیسہ مظہر صفات قدسیہ ہوتے ہیں مگر بلفحوائی کل شئی ھالک الاوجہہ اور کل من علیہا فان دوام کسی کے لیے نہیں ایک دن سب کو فنا ہے اسی لیے اسلاف کرام رحمتہ اللہ علیہم نے ایسے انفاس قدسیہ کے حالات مبارکہ و مکاتیب طیبہ و ملفوظات طاہرہ جمع فرمائے یا اس کا اذن دیا کہ ان کا نفع قیامت تک عام ہو جائے اور ہمیں مستفید و محظوظ نہ ہوں بلکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی فائدہ اٹھائیں اور پھر وہ بھی جو ہیں اپنے اخلاف کے لیے پند و نصائح و وصایا اذکار عشق و محبت مسائل شریعت و طریقت کے مجموعے معرفت و حقیقت کے گنجینے کو اپنے پچھلوں کے لیے چھوڑ جائیں اور یہ سلسلہ یونہی قیامت تک جاری رہے سچ ہے:

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد

بسا کیں دولت از گفتار خیزد

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

الصحبتہ موثرہ صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی' اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سید العلماء کہیں تو حق ادا نہ ہو۔ جنہیں تاج العرفا کہیں تو بجا جنہیں مجدد وقت اور امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح' جنہیں حرمین طیبین کے علماء کرام نے مدائح جلیلہ سے سراہا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے انہیں اپنا شیخ طریقت بنایا ان سے سندیں لیں۔ انہیں اپنا استاد مانا پھر ایسے کی صحبت کیسی بابرکت صحبت ہوگی... غرض میری جان ان پاک قدموں پر قربان جب سے یہ قدم پکڑے آنکھیں کھلیں... اعلحضرت مدظلہ الاقدس کی بافیض صحبت میں زیادہ رہنا اختیار کیا یہاں جو دیکھا کہ شریعت و طریقت کے وہ باریک مسائل

Marfat.com

جن میں مدتوں غور و خوض کامل کے بعد بھی ہماری کیا بساط بڑے بڑے سر نیک کر رہ جائیں فکر کرتے کرتے تھکیں اور ہرگز نہ سمجھیں اور صاف انالا ادری کا دم بھریں' وہ یہاں ایک فقرے میں ایسے صاف فرمادیئے جائیں کہ ہر شخص سمجھ لے گویا اشکال ہی نہ تھا' اور وہ دقائق و نکات مذہب و ملت جو ایک چیستاں اور معما ہوں جن کا حل دشوار ہو یہاں منٹوں میں حل فرمادیئے جائیں' تو خیال ہوا کہ یہ جواہر عالیہ و زواہر غالیہ یو نہیں بکھرے رہے تو اس قدر مفید نہیں جتنا انہیں سلک تحریر میں نظم کر لینے کے بعد ہم فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ پھر یہ کہ خود ہی متنفع ہونا یا زیادہ سے زیادہ ان کا نفع حاضر باشان دربار عالی ہی کو پہنچنا باقی اور مسلمانوں کو محروم رکھنا ٹھیک نہیں۔ ان کا نفع جس قدر عام ہو اتنا ہی بھلا لہٰذا جس طرح ہو یہ تفریق جمع ہو۔

مگر یہ کام مجھ سے بے بضاعت اور عدیم الفرصت کی بساط سے کہیں سوا تھا اور گویا چادر سے زیادہ پاؤں پھیلانا تھا اس لئے بار بار ہمت کرتا اور بیٹھ جاتا۔ میری حالت اس وقت اس شخص کی سی تھی جو کہیں جانے کے ارادے سے کھڑا ہو مگر مذبذب ہو' ایک قدم آگے ڈالتا دوسرا پیچھے ہٹالیتا ہو' مگر دل جو بےچین تھا کسی طرح قرار نہ لیتا تھا' آخر السعی منی والا تمام من اللہ کہتا کمر ہمت چست کرتا اور حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھتا ان جواہر نفیسہ کا ایک خوشنما ہار تیار کرنا شروع کیا۔

اس خوشنما ہار کے کچھ موتی آپ بھی دیکھیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص و عوام سب نے قبول کیا' دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا۔ سہ بارہ سفر کیا اور علم لایا جو خواص و عوام کی سمجھ میں نہ آیا۔ یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے۔

حضرت شیخ اکبر نے فرمایا کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا۔ نیز حدیث میں ہے: صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچوں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

Marfat.com

تبدیل بیعت بلاوجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کیے اس سلسلۂ عالیہ میں بیعت کرے' یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلہ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

اس سلسلے میں اعلیٰ حضرت نے یہ حکایت سنائی:

تین قلندر محبوب الٰہی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ خدام کو لانے کا حکم فرمایا۔ خدام نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا۔ ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ' حضرت نے خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا۔ خادم پہلے سے اچھا لایا۔ انہوں نے پھر پھینک دیا۔ حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا۔ انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا۔ اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستے میں کھایا۔ یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا' قدموں میں گرا حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرمایا۔ اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین نے کہا: بیوتوف! جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت ہی کا عطا کیا ہوا ہے' یہاں تک تو تو بالکل خالی آیا تھا۔ کہا بیوقوف تم ہو' اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے۔ یہ اسی کا نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا بھائیو "مرید ہونا اس سے سیکھو۔"

فرمایا۔ آدمی کو اپنی حالت کا لحاظ ضرور نہ اپنے کو بھولے نہ ستائش مردم پر پھولے۔ اپنے نفس کا علم تو حضوری ضروری ہے۔ علماء نے ابن تیمیہ کے بارے میں لکھا ہے علمہ اکبر من عقلہ ان کا علم ان کی عقل سے بڑا ہے۔ پھر فرمایا: علم نافع وہ جس کے ساتھ فقاہت ہو۔

تاریخ کی ابتداء و انتہا میں چار طریقے ہیں۔ ایک طریقہ نصاریٰ کا کہ ان کے یہاں نصف شب سے شب تک تاریخ کا شمار ہے۔ دوسرا ہنود کا طلوع آفتاب سے طلوع آفتاب تک۔ تیسرا طریقہ فلاسفہ یونان کا ہے نصف النہار سے نصف النہار تک علم ہیئت میں یہی ماخوذ ہے۔ چوتھا طریقہ مسلمانوں کا غروب آفتاب سے غروب آفتاب تک۔ اور یہی عقل سلیم پسند کرتی ہے کہ ظلمت نور سے پہلے ہے۔

Marfat.com

تاریخی نام تجویز کیے جانے پر ارشاد فرمایا:

تاریخی نام سے کیا فائدہ نام وہ ہوں جن کے احادیث میں فضائل آئے ہیں۔ میرے بھائیوں کے جتنے لڑکے پیدا ہوئے میں نے سب کا نام محمد رکھا۔ یہ اور بات ہے کہ یہی نام تاریخی بھی ہو جائے۔ حامد رضا خاں کا نام محمد ہے اور ان کی ولادت ۹۲ھ میں ہوئی اور اس نام مبارک کے عدد بھی بانوے ہیں۔ ایک دقت تاریخی نام میں یہ ہے کہ اسمائے حسنیٰ سے ایک یا دو جن کے اعداد موافق عدد نام قاری ہوں عدد نام دو چند کرکے اگر پڑھے جاتے ہیں تو وہ قاری کو اسم اعظم کا فائدہ دیتے ہیں۔ تاریخی نام سے مقدار بہت زیادہ ہو جائے گی۔ مثلاً اگر کسی کی ولادت اس ۱۳۲۹ھ میں ہوئی تو اس کے مطابق عدد کے اسمائے حسنیٰ ۲۶۵۸ بار پڑھے جائیں گے اور محمد نام ہوتا تو ۱۸۴ بار۔ پھر آپ نے اس نام اقدس کے فضائل میں چند حدیثیں ذکر فرمائیں۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی' مولانا احمد اللہ پشاوری اور مولانا حکیم امجد علی مؤلف بہار شریعت شریک طعام تھے۔ مدینہ کے پانی کی نفاست پر ارشاد فرمایا:

میں نے مدینہ طیبہ سے بہتر پانی کہیں نہ پایا۔ خدام کرام حاضرین بارگاہ کے لیے زور قوں میں پانی بھر کر رکھتے ہیں۔ گرمی کے موسم میں اس شہر کریم کی ٹھنڈی نسیمیں اتنا سرد کر دیتی ہیں کہ بالکل برف معلوم ہوتا ہے۔ عمدہ پانی کی تین صفتیں ہیں اور وہ تینوں اس اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ ایک صفت یہ کہ ہلکا ہو اور وہ پانی اس قدر ہلکا ہے کہ پیتے وقت حلق میں اس کی ٹھنڈک تو محسوس ہوتی ہے اور کچھ نہیں۔ اگر خنکی نہ ہو تو اس کا اترنا بالکل معلوم نہ ہو۔ دوسری صفت شیرینی وہ پانی اعلیٰ درجے کا شیریں ہے' ایسا شیریں میں نے کہیں نہیں پایا۔ تیسری خنکی یہ بھی اس میں اعلیٰ درجے پر ہے۔

نرمی کے جو فوائد ہیں وہ سختی میں ہرگز نہیں حاصل ہو سکتے۔ جن لوگوں کے عقائد مذبذب ہوں ان سے نرمی برتی جائے کہ وہ ٹھیک ہو جائیں۔

درود شریف کی کثرت شب میں اور سوتے وقت کے علاوہ ہر وقت تاثیر رکھے۔ حصول زیارت اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں' مگر خالص شان اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو۔ آگے ان کا کرم بے حد و انتہا:

Marfat.com

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائی

ایک صاحب سادات کرام سے اکثر میرے پاس تشریف لاتے اور غربت و افلاس کے شاکی رہتے۔ ایک مرتبہ بہت پریشان آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ جس عورت کو باپ نے طلاق دی ہو کیا وہ بیٹے کو حلال ہو سکتی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جن کی آپ اولاد میں ہیں تنہائی میں اپنے چہرہ مبارک پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا: اے دنیا کسی اور کو دھوکا دے۔ میں نے تجھے وہ طلاق دی جس میں کبھی رجعت نہیں۔ پھر سادات کرام کا افلاس کیا تعجب کی بات ہے۔ سید صاحب نے فرمایا واللہ میری تسکین ہو گئی۔ وہ اب زندہ موجود ہیں' اس روز سے کبھی شاکی نہیں ہوئے۔

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے' کھاتے ہوئے دفعتاً رونے لگا۔ وجہ دریافت کرنے پر کہا۔ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لیے جاتے ہیں اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا۔ حضرت شیخ اکبر کے پاس کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا۔ آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا۔ فوراً وہ لڑکا ہنسا۔ آپ نے ہنسنے کا سبب دریافت کیا۔ لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

ہارون رشید نے مامون کی تعلیم کے لیے امام کسائی سے عرض کیا۔ فرمایا یہاں پڑھانے نہ آؤں گا شہزادہ میرے مکان پر آجایا کرے۔ ہارون نے عرض کی وہ وہیں حاضر ہو جایا کرے گا مگر اس کا سبق پہلے ہو۔ فرمایا یہ بھی نہ ہو گا بلکہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہو گا۔ مامون نے پڑھنا شروع کیا۔ ایک دن ہارون رشید کا گزر ہوا' دیکھا کہ امام کسائی اپنے پاؤں دھو رہے ہیں اور مامون پانی ڈالتا ہے۔ بادشاہ غضبناک ہو کر اترا اور مامون کے کوڑا مارا اور کہا او بے ادب! خدا نے دو ہاتھ کس لیے دیے ہیں۔ ایک ہاتھ سے پانی ڈال اور دوسرے سے ان کا پاؤں دھو۔ (۱/۱۰۷)

Marfat.com

ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ابو معاویہ خزیر کی دعوت کی۔ وہ آنکھوں سے معذور تھے۔ جب آفتابہ اور چلمچی ہاتھ دھونے کے لئے لائی گئی تو آفتابہ خود لے کر ان کے ہاتھ دھلائے اور کہا آپ نے جانا کون آپ کے ہاتھ پر پانی ڈال رہا ہے؟ کہا نہیں۔ کہا ہارون۔ کہا جیسی آپ نے علم کی عزت کی ایسی اللہ آپ کی عزت کرے۔ ہارون نے کہا: اسی دعا کے حاصل کرنے کے لیے یہ کیا تھا۔ (۱/۱۰۷)

اس سوال پر کہ زمانہ صحابہ میں قرآن عظیم کے یہ پارے ہو گئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: امام سیوطی نے کتاب الاتقان میں جس قدر احادیث و روایات و اقوال قرآن عظیم سے ایسے امور کے متعلق ہیں، جمع فرمادیئے ہیں۔ اس میں پاروں کا کہیں ذکر نہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے وقت تک یہ تقسیم نہ تھی۔ ہاں رکوع جاری ہوئے آٹھ سو برس ہوئے۔ مشائخ کرام نے الحمد شریف کے بعد ۵۴۰ رکوع رکھے کہ تراویح کی ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھے تو ۲۷ویں شب میں شب قدر ختم ہو۔ (۱/۱۱)

ایک بار حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہ سر راہ بیٹھے تھے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی۔ انہوں نے اٹھ کر زانوے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا سید اور نیچے بوسہ دو انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا، فرمایا سید اور نیچے، انہون نے گھوڑے کی سم پر بوسہ دیا، حضرت نے فرمایا اور نیچے۔ انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے۔ اور نیچے بوسہ دینے کا حکم فرمایا۔ انہوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا، گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ حضرت گیسو دراز نے سنا تو فرمایا: وہ نہیں جانتے میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرمایا۔ جب میں نے زانوے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہو گیا، جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا، جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا، جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہو گیا۔ (۲/۹۲)

ایک روز مولانا حسنین رضا خاں صاحب برائے جواب خطوط استفتا سنا رہے تھے اور جواب لکھ رہے تھے۔ ایک کارڈ پر اسم بالالت لکھ گیا، اس پر ارشاد فرمایا:

Marfat.com

Marfat.com

یاد رکھو کہ میں کبھی تین چیزیں کارڈ پر نہیں لکھتا۔ اسم جلالت اللہ ' اور محمد اور احمد اور نہ کوئی آیہ کریمہ مثلاً اگر رسول ﷺ لکھنا ہے تو یوں لکھتا ہوں "حضور اقدس علیہ افضل الصلوۃ والسلام" یا اسم جلالت کی جگہ مولیٰ تعالیٰ۔ (۱/۱۴۰)

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کے یہاں ان کا ایک شاگرد آیا وہاں ایک جاہل ان پڑھ بیٹھا تھا۔ اس سے کہا تمہارا کیا مذہب ہے؟ کہا سنی۔ پوچھا اپنے دل میں اس کی طرف سے کچھ خدشہ پاتے ہو؟ کہا حاشاللہ۔ جیسا مجھے دوپہر کے آفتاب پر یقین ہے' ایسا ہی مجھے اپنے مذہب پر ہے۔ امام کا شاگرد یہ سن کر اتنا رویا کہ کپڑے بھیگ گئے اور کہا میں اس وقت نہیں جانتا کہ کون سا مذہب حق ہے۔ (۴/۱۴)

امام حارث محاسبی نے بد مذہبوں کی رد میں ایک کتاب تصنیف کی اور وہ بدمذہبوں کی رد میں پہلی تصنیف تھی۔ امام احمد رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان سے کلام کرنا چھوڑ دیا کہا مجھ سے کیا خطا ہوئی میں نے ان کا رد ہی تو کیا ہے۔ فرمایا کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ تم نے جو کلام بدمذہبوں کا نقل کیا کسی کے دل میں جم جائے اور وہ گمراہ ہو جائے۔ (۴/۴)

اولیائے کرام فرماتے ہیں کشف و کرامت نہ دیکھو' استقامت دیکھو کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام ہیں) آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیائے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں۔ فرمایا! اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے۔ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔ (۴/۱۴)

اسلام کبھی مغلوب نہ ہوگا۔ مسلمانوں کے مغلوب ہونے سے اسلام کی مغلوبیت نہیں۔ اسلام جب مغلوب ہوتا کہ کفار کی حجت مسلمانوں کی حجت پر غالب آجاتی' ان کی حجت مغلوب ہے۔

اعلیحضرت کو اپنی قدمبوسی نہایت ناگوار گزرتی تھی۔ ایک بار آپ ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر کوئی مسئلہ ارشاد فرمارہے تھے کہ اور صاحب نے یہ موقع قدمبوسی کا اچھا سمجھا قدم بوس ہوئے۔ فوراً چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور ارشاد فرمایا اس طرح میرے

Marfat.com

قلب کو سخت اذیت ہوتی ہے- یوں تو ہر وقت قدمبوسی ناگوار ہوتی ہے مگر دو صورتوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے- ایک تو اس وقت کہ میں وظیفے میں ہوں دوسرے جب میں مشغول ہوں اور غفلت میں کوئی قدمبوس ہو کہ اس وقت میں بول سکتا نہیں- ڈرتا ہوں خدا وہ دن نہ لائے کہ لوگوں کی قدمبوسی سے مجھے راحت ہو اور جو قدمبوسی نہ ہو تو تکلیف ہو- یہ ہلاکت ہے-

بتذکرہ اعدا و حاسدین ارشاد فرمایا: میری عمر اتنی گزری لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے- ایک طرف کفار کا نرغہ دوسری طرف حاسدین کا مجمع- مجھ سے بعض لوگوں نے کہا مجموعہ اعمال بھرا ہوا ہے. کوئی عمل کر لیجیے- میں نے کہا جنھوں نے تلواریں مجھے دی ہیں انہی کا یہ حکم ہے کہ تلوار ہاتھ میں کبھی نہ لینا. ہمیشہ ڈھال ہی سے کام لینا- (۵۹/۴)

الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ہو مال سے بھی محبت نہ رکھی صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لیے اس سے محبت ہے- اسی طرح اولاد من حیث ہو اولاد سے بھی محبت نہیں. صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم. عمل نیک ہے- (۶۶/۴)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں عقائد. عبادات معاملات. تزکیہ نفس. تہذیب اخلاق اصلاح اعمال وغیرہ کے بارے میں جو رموز و اسرار ملتے ہیں ان سے ایمان مضبوط ہوتا ہے اور دل روشن ہوتا ہے-

ملفوظات کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کو مختلف علوم پر کیسا تبحر حاصل تھا- حاضرین میں کسی نے کوئی سوال پوچھا فوراً جواب دیا اور نہایت تشفی بخش- حافظہ ایسے غضب کا تھا کہ معلوم ہوتا تھا سارے معلومات مستحضر ہیں- استدلال کی ضرورت پڑی تو عبارت سنادی. فاجر کو برا کہنے کے بارے میں ایک حدیث کا ذکر آیا تو بغیر مراجعت کتب ارشاد فرمایا: یہ حدیث امام ابوبکر ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبہ اور امام ترمذی نے نوادر الاصول اور حاکم نے کتاب الکنی اور شیرازی نے کتاب الالقاب اور ابن عدی نے کامل اور طبرانی نے معجم کبیر. بیہقی نے سنن کبریٰ اور خطیب نے تاریخ میں حضرت معویہ قشیری رضی اللہ عنہ اور خطیب نے رواہ مالک میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی- خیال ہے کہ ان میں دو ایک کتاب اس زمانے میں غیر مطبوعہ رہی ہوگی. اور شیرازی کی کتاب الالقاب کا کوئی اڈیشن تو اب بھی دیکھنے میں نہیں آیا ہے-

Marfat.com

ملفوظات حصہ دوم کی ابتدا میں سفر حرمین شریفین زاد اللہ شرفہما کا ذکر آیا ہے۔ دیار حبیب کا ذکر اعلیٰ حضرت کا پسندیدہ اور محبوب موضوع تھا۔ اس سفر کے واقعات اس مبارک سرزمین پر گزارے ہوئے دنوں کی روداد کس شرح و بسط سے بیان کی ہے یہ روداد ملفوظات کے چالیس صفحات میں آئی ہے۔

جہاں حیرت اعلیٰ حضرت کے خداداد حافظے اور ان کے علم پر ہوتی ہے وہیں جامع ملفوظات علیہ الرحمتہ کی بے پناہ صلاحیتوں پر بھی ہوتی ہے کہ کس خوبی سے انھوں نے یہ ملفوظات قلم بند کیے ہیں۔ انھوں نے افاضات رضویہ سن کر اس کا مفہوم ادا نہیں کیا ہے بلکہ جیسا کہ مجھے یقین ہے۔ اعلیٰ حضرت کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ ملفوظات میں درج کئے ہیں۔ بعض قدیم و جدید ملفوظ نگاروں کی طرح اپنے شیخ کی باتیں حافظے میں محفوظ رکھ کر یا مختصر سے اشارات لکھ کر، پھر اپنے مستقر پر جا کر انھیں قلم بند نہیں کیا ہے بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ارشاد گرامی کو سنتے رہے اور اسی وقت انھیں ضبط قلم کرتے گئے۔ یہ بھی مستبعد نہیں کہ ملفوظات سپرد قلم کرکے وہ اعلیٰ حضرت کے ملاحظے میں لے آتے ہوں کہ وہ ان پر ایک نظر ڈال کر ترمیم و تصحیح فرمادیں۔ اگر الملفوظ کا مسودہ کہیں مل جائے تو اس سے اس خیال کی تائید ہو سکتی ہے۔

ملفوظات پر تاریخیں درج نہیں کہ کس روز اور کس تاریخ کو یہ گفتگو ہوئی اس بات کا بھی التزام نہیں کہ اس وقت مجلس میں کون کون حضرات موجود تھے۔ ایک مقام پر قرائن کلام سے ۱۳۳۶ کا سال مترشح ہوتا ہے اور دوسری جگہ ۲۸ رجب ۱۳۳۷ھ کا اندراج ملتا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یہ دینی و علمی مجلسیں عام طور پر بعد عصر منعقد ہوتی تھیں۔ حاضرین مجلس کا کہیں کہیں ذکر آگیا ہے مثلاً / ایک روز (اعلیٰ حضرت) بعد نماز عصر مسجد میں تشریف لائے۔ حاضرین میں مولانا امجد علی اعظمی بھی تھے۔ (الملفوظ ۱/۱۷)۔ آج حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمتہ اللہ علیہ۔ مولانا حمد اللہ پشاوری بھی دولتکدہ اقدس پر مہمان ہیں۔ مولانا امجد علی بھی حاضر ہیں (۲۹/۱)۔ اس وقت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مولانا مولوی ظفر الدین صاحب مولوی احمد مختار میرٹھی صاحب مولوی احمد علی صاحب مولانا رحم الٰہی صاحب اور مولانا امجد علی صاحب وغیرہ علمائے کرام حاضر خدمت تھے۔(۹۵/۱)

Marfat.com

ملفوظات کے جمع کرنے میں کسی قسم کی ترتیب مدنظر نہیں رکھی گئی کہ اصل مقصود مضامین کا منضبط کرنا تھا۔

ملفوظات میں جن اور حاضرین کرام کے نام مختلف مقامات پر آئے ہیں وہ یہ ہیں:

مولانا عبدالعلیم صدیقی میرٹھی۔ مولانا حسنین رضا خاں۔ حاجی کفایت اللہ مولانا عبدالکریم رضوی۔ مولوی سعید احمد بن مولانا فتح محمد تائب لکھنوی۔ مولوی عبدالرحمن بہاری۔ حاجی عبدالجبار جے پوری۔ مولانا حشمت علی قادری رضوی لکھنوی۔ مولوی عبدالکریم رضوی چتوڑی۔ مولانا احمداللہ پشاوری۔

جامع ملفوظات علیہ الرحمتہ کی لکھی ہوئی تمہید پر تاریخ و سال درج نہیں۔ قیاس ہے کہ ۱۳۳۶ یا اس سے کچھ پہلے ملفوظات کی ترتیب شروع ہوئی تھی۔ تکمیل ۱۳۳۸ھ میں ہوئی۔ الملفوظ تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۳۸ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ اس پر اعلیٰ حضرت کا لکھا ہوا قطعہ تاریخ دال ہے:

میرے ملفوظ کچھ کیے محفوظ
مصطفٰے مصطفٰے کا ہو ملحوظ
نام تاریخی اس کا رکھتا ہوں
زبر و بینہ میں "الملفوظ"

ملفوظات اعلیٰ حضرت کے کم از کم دس بارہ اڈیشن اب تک نکل چکے ہیں۔ پہلا اڈیشن مولانا حسنین رضا خاں مرحوم کے زیر اہتمام ان کے مطبع حسنی بریلی میں صاحب ملفوظات کی زندگی میں ۱۳۳۸ھ یا اس کے کچھ بعد نکلا تھا۔ اس کے تین حصے میری نگاہ سے گزرے ہیں۔ یہ سب سے صحیح ایڈیشن ہے۔ دوسرا ایڈیشن باہتمام اقبال احمد مہتمم رضوی کتب خانہ بازار صندل خان بریلی سے ۱۹۷۱ میں چھوٹی تقطیع پر چار حصوں میں چھپا اقبال احمد ہی نے بڑی تقطیع پر اسے جدید رضوی کتاب خانہ بریلی کے لیے یونیورسل لیتھو پریس بمبئی سے چھپوا کر شائع کیا۔ دونوں ایڈیشن معمولی ہیں اور یہ اغلاط سے بھی پاک نہیں۔

ضرورت ہے کہ دینی اداروں میں سے کوئی ادارہ اسکی اشاعت کی طرف توجہ کرے اور اس کا ایک اعلیٰ علمی ایڈیشن شائع کرے۔ اگر بریلی شریف میں حضرت مفتی اعظم کا مسودہ مل جائے تو اس کی مدد سے ایک مستند ایڈیشن شائع کیا جاسکتا ہے۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کا ایک شعر

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

پروفیسر منیر الحق کعبی فاروقی ایم اے۔ زمیندار کالج گجرات

تشریح: حضور سید العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا ایک کثیر حصہ فقر و فاقہ میں گزرا اور یہ فقر بہ جبر نہیں بلکہ خود اختیار کردہ تھا۔

اس کے باوصف اس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطحا کا سلطان کہا گیا ہے اور اس بطحا کا جہاں سے قریش کے ظلم و ستم کے باعث ہجرت کرنا پڑی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فقر و فاقہ ہو یا ہجرت کا عمل ہر فعل امت کی تعلیم کے لئے تھا' ورنہ اللہ جل شانہ نے تمام کائنات کی سلطانی عطا فرمائی تھی اور ویسے بھی فتح مکہ سے بطحا کی وادی اور بعد میں عرب کا پورا علاقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال تک سلطنت نبوی میں شامل ہو چکا تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بادشاہت' دنیوی حکمرانوں کے مانند نہ تھی کہ عوام کے استحصال سے اپنے خزانوں کو تو بھر لیا جائے مگر عوام لقمہ تر کو بھی ترس جائیں۔ یہ سلطانی تو انوار و ارزاق الٰہیہ کے خزائن تقسیم کرنے اور تمام جہانوں کو اپنی باران رحمت سے سیراب کرنے کے لئے تھی۔ اسی لئے خداوند قدوس نے فرمایا وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے "کوثر" کی عطائیگی نے فیاضی میں دریا دلی کو اور بیکراں بنا دیا تھا۔

Marfat.com

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آغاز " واہ " کے حرف تحسین و انبساط سے کرتے ہیں۔ " واہ " کا حرف اس کیفیت خاص کا اظہار کر رہا ہے کہ شاعر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات جود و کرم کو اپنے مطالعہ و مشاہدہ سے محسوس کرتے ہوئے بے اختیار آفرین کہہ اٹھتا ہے اور انبساط کا اظہار اس لئے کہ وہ بھی سوال کرنے والوں میں شامل ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سائل کا سوال رد نہیں فرماتے۔ " واہ " کے ساتھ " کیا " بطور حرف تعجب، تحسین و انبساط کی کیفیت اور ساتھ شہ بطحا کی عظمت اور جود و کرم میں کثرت کی وضاحت کر رہا ہے۔

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک کمال یہ ہے کہ وہ حفظ مراتب حدود الوہیت و نبوت کا خیال رکھتے ہیں۔ " شہ بطحا صلی اللہ علیہ وسلم " کی ترکیب میں بھی اس بات کا خیال رکھا ہے۔ " بطحا " کے ساتھ " شہ " کا لفظ تخفیف کر کے لایا گیا ہے۔ بیت اللہ کی عظمت اور اللہ عزوجل جو بادشاہوں کا بادشاہ، شہنشاہوں کا شہنشاہ ہے کے دربار کی تعظیم و توقیر ملحوظ رکھتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے شاہ کے بجائے " شہ " کا لفظ استعمال کیا گیا۔

نعت گوئی نہایت مشکل صنف سخن ہے۔ عرفی شیرازی فارسی کا قادرالکلام شاعر نعت کی دشواریوں کا کس قدر احساس رکھتا ہے۔

عرفی مشتاب ایں رہ نعت ست نہ صحراست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ ست قدم را

ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعت شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم و مدیح کے و جم را

عرفی قصیدہ میں نکتہ آفرینی کرتا آرہا ہے۔ مضامین نو بہ نو کا انبار لگا رہا ہے کہ یکدم خود کو اس تیز روی سے روکتا ہے کہ یہ صراط نعت ہے جادۂ صحرا نہیں یہ

Marfat.com

تو تلوار کی دھار پر قدم رکھنا ہے۔ آگاہ رہو کہ ایک ہی آہنگ میں کے و جم کی مدح اور شہ کونین کی نعت نہیں ہو سکتی۔ اعلیٰ حضرت نے اسی فکر کو بلیغ انداز میں بیان کیا ہے :

"حقیقتاً نعت شریف لکھنا بہت مشکل کام ہے جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں۔ اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ اگر شاعر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔ البتہ حمد آسان ہے کہ اس میں راستہ صاف ہے جتنا چاہے بڑھ سکتا ہے۔ غرض حمد میں اس جانب اصلاً کوئی حد نہیں اور نعت شریف میں دونوں جانب سخت حد بندی ہے۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نعتیہ غزل میں ردیف کے لئے جو لفظ "تیرا" انتخاب کیا ہے وہ محل غور ہے۔ بعض شاعر نقاد اور عام قاری بھی محسوس کرتا ہے کہ یہ اس ادب و احترام کے تقاضے کو پورا نہیں کرتا جو احترام نبوت کے لئے لازم ہے اور جب وہ ان نعتوں کو پڑھتا ہے جن میں "تو' تم' تیرا' تمہارا" کے بجائے آپ' کا صیغہ استعمال کیا گیا ہوتا ہے تو وہ "کلام رضا" میں ان لفظوں کے استعمال سے مسترد ہوتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے (جن کی زندگی سراپا عشق رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عبارت تھی) "تیرا" کا لفظ کیوں استعمال کیا۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے ضمیر مخاطب کی مختلف حالتوں کے استعمالات پر کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں "تو" کا اسم کئی طرح استعمال ہوتا ہے۔ عام گفتگو میں "تو" کا استعمال تحقیر کے پہلو کے ساتھ ہوتا ہے اور اس لئے عام طور پر بات چیت میں اس کا استعمال کم ہوتا ہے۔ اس کی جگہ "تم" کہ صیغہ جمع ہے' عام استعمال ہوتا ہے۔ لیکن "تو" کا استعمال کبھی بے تکلفی اور محبت کے لئے

Marfat.com

بھی ہوتا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ اس کا استعمال عام مجلسی گفتگو میں نہیں ہوتا' البتہ اللہ تعالیٰ کے لئے " تو " کا استعمال ہی عام ہے۔ شاید انتہائی قرب کی خواہش کے اظہار سے یہ صورت پیدا ہوئی ہے۔ اس طرح اکثر نظم میں بالخصوص قصیدوں میں شعرا بھی قرب و موانست ظاہر کرنے کے لئے " تو " کا صیغہ ممدوح کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ " تم " " تو " کے مقابلے میں نسبتاً زیادہ تکریمی ہے کہ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ تعظیمی "آپ" ہے کہ واحد و جمع دونوں کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ " آپ " کا استعمال واحد غائب کے لئے بھی ہوتا ہے مثلاً سیرت نبوی ﷺ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے ہوئے آپ ﷺ کا جہاں ذکر ہوتا ہے وہاں " آپ " کا صیغہ استعمال کرتے ہیں۔

" آپ " کا استعمال : " آپ " عام طور پر صیغہ واحد جمع حاضر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ استعمال تکریمی یا تعظیمی ہے اور ایسی صورت میں فعل جمع لاتے ہیں چاہے فاعل واحد ہو یا جمع۔ " آپ آئے " سے مراد آپ ایک شخص بھی ہو سکتا ہے اور متعدد اشخاص یا افراد بھی۔ کبھی تعظیمی بجائے تعظیم یا تکریم کے طنزاً" بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً آپ بھی ہمارے مہربان ہیں یعنی کہ دشمن یا بدخواہ ہیں۔ آپ کا بھی جواب نہیں یعنی عجیب و غریب آدمی ہیں !

انشاء اللہ خان نے اس سلسلے میں دہلی والوں کے بہت سے محاورے نقل کئے ہیں۔ مثلاً قدم آپ کے چوما چاہئے ..... آپ بھی بہت بزرگ ہیں ..... آپ کی کیا بات ہے ..... آپ بھی ارسطور سے کچھ کم نہیں ..... آپ کے بھی صدقے ہو جائیے یعنی بسیار احمق بستند ..... علاوہ ان صورتوں کے آپ کا استعمال اور کئی موقوں پر ہوتا ہے۔ (جامع القواعد حصہ صرف' ابواللیث صدیقی' مرکزی اردو بورڈ' بار اول)

غرض " آپ " کا صیغہ مبہم اور غیر واضح ہے۔ بیک وقت واحد غائب' جمع

Marfat.com

غائب، واحد حاضر، جمع حاضر پر تصرف اختیار کر سکتا ہے اور آپ، کے دیگر مواقع، استعمال تو اور بھی پریشان کن ہیں اور ممکن ہے نعت، نعت ہی نہ رہے۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فکر و نظر اور عقیدہ و عقیدت کے پیش نظر "تیرا" کا لفظ چنا۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ شہ بطحا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار در بار میں استادہ مخاطب ہیں اور عرض گزار ہیں کہ اے بطحا کے سلطان! وہ گدا جو تمام افراد، تمام احباب، تمام اسباب سے اپنی نسبتیں اور تعلقات منقطع کرنے کے بعد اپنی اضافت اور نسبت آپ سے قائم کر چکا ہے اسے اپنی تمناؤں، آرزوؤں اور حصول مقصد و مدعا طلبی کے سوال پر جواب میں کبھی انکار نہیں سننا پڑے گا۔ اس لئے کہ ۔

نرفت لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر باشہد ان لاالہ الااللہ

اور فرزدق ابوالفراس نے حضرت سیدنا زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدحت میں جو قصیدہ ہشام بن عبدالملک کے روبرو اس کے تجاہل پر فی البدیہہ کہا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں یہ شعر بھی اس جانب اشارہ کرتا ہے اور کتنا بلیغ شعر ہے ۔

ماقال لاقط الا فی تشهده
لولا التشهد كانت لائه نعم

اس سخیِ کونین، معطی دارین نے کبھی "لا" فرمایا ہی نہیں۔ مگر التحیات کے اندر اشهدان لا الہ کہا اگر یہ التحیات نہ ہوتی تو ان کا "لا" بھی "نعم" کے معنی دیتی۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔

Marfat.com

نبینا الامر الناهی فلا احد
ابعر فی قول لا منه ولا نعم

ہمارے نبی حکم دینے والے ہیں' فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں' صدق وعدہ میں' ہاں میں اور ناں میں۔ (طیب الوردہ علیٰ قصیدۃ البردہ صفحہ ۹۳۔ ابوالحسنات محمد احمد قادری مکتبہ نعمانیہ سیالکوٹ)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں واضح فرما دیا کہ اس بیکراں "جود و کرم" کا تعلق صرف اور صرف شہ بطحا ﷺ سے ہے کسی دنیوی حکمران کو یہ قدرت اور وسعت ہمت کہاں اور "تیرا" کا لفظ "جود و کرم" کو شہ بطحا سے خاص کر رہا ہے۔ دوسری طرف یہ داد و دہش' یہ کرم خاص' فقط اس کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور دست سوال دراز کرتا ہے اور تیرا مانگنے والا' اور شہ بطحا' میں اس خاص اضافت و نسبت کو ظاہر کر رہا ہے' یعنی جو اس سرکار ابد قرار کا مانگنے والا ہے وہ کبھی محروم نہیں پھرتا۔ اس شعر سے ایک اور مفہوم بھی مستزاد ہوتا ہے کہ ...

اے بطحا کے سلطان! جو آپ کی سرکار کا گدا ہے وہ کسی اور سرکار دربار کو نہیں جانتا۔ دنیوی جاہ و جلال کے مالک' شوکت سنجر و سلیم کے مدعی' امیر و منعم اسے سیاست مال و زر میں اسیر کرنا چاہتے ہیں۔ بار بار اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔ مگر وہ کسی کی نہیں سنتا۔ وہ تو صرف آپ کی محبت و عنایت کا طلبگار ہے۔ اسے کسی قسم کی تحریص و ترہیب آپ کی محبت و متابعت کے اقرار و اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اس صورت میں نہیں' تکرار و تاکید کے معنی دے گا اور تکرار سائل کے سوال پر اصرار کی دلیل ہے۔ اس طرح شعر کا ایک اور رخ سامنے آتا ہے' جو شاعر کی شخصیت کا عکاس ہے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عشق

Marfat.com

رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام پر فائز تھے۔ ان کی تحریر' تقریر' گفتار کردار غرض ہر پہلو پر عشق رسول ﷺ کی چھاپ نمایاں تھی اور عاشق در محبوب پر صدا بلند کرتا ہے تو مراد پوری ہوئے بغیر نہیں اٹھتا۔ یہ ناز و نیاز سے امتزاج و اقبال پاتا ہے۔ کچھ ایسی ہی کیفیت اس شعر میں بھی ہے۔ مانگنے والے کا اعزاز دیکھیے کہ وہ شہ بطحا کا مانگنے والا ہے اور شہ بطحا جس کی زبان کن کی کنجی ہے' جس نے سائل کو اتنا نوازا اور محبتوں سے نوازا ہے کہ وہ اب کسی طرح نہیں' سنتا ہی نہیں' اور یہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وہ "نہ" نہیں سن سکتا۔

رضا بریلوی ﷫ کے اس شعر میں ردیف کا آخری حرف "الف" ہے اور "الف" حرف علت ہے۔ پورے شعر (آٹھ ارکان) میں اسے بار بار جھلایا گیا ہے اور اس طرح ساری غزل میں یہ فضا برقرار رہتی ہے۔ اس ایک شعر میں حرف علت کا منظرنامہ ملاحظہ ہو۔ آٹھ ارکان میں آٹھ بار حرف علت "الف" آیا ہے۔ آٹھ بار حرف علت "ی" اور سات بار "نون" اور "نون غنہ" اور یہ قدرت کلام اسی شاعر کا حصہ ہو سکتی ہے جو عروض اور موسیقی میں کامل دستگاہ رکھتا ہو خواہ نظری ہی کیوں نہ ہو۔

شعر کی ابتدا "واہ کیا" میں جس طرح حرف علت "الف" قائم ہے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ سائل استادہ ہے اور "جود و کرم ہے" میں دربار سلطانی کی وسعت و شوکت اور "شہ بطحا تیرا" میں (ب ط ا ا) کی اٹھان گویا شہ بطحا کا دست سخا فقیر کی جھولی بھر دینے کے لئے بلند ہے۔ دوسرے مصرعے میں نون اور نون غنہ کی تکرار سائل کے اضطراب اور الف کی تکرار اس کی امیدوں کے یقیناً بر آنے کی سمت اشارہ ہے۔

شعر کی تشریح کے آخر میں ہم ان قارئین کرام کو شعر کے لغوی معانی پر ایک نگاہ ڈالنے کی دعوت دیتے ہیں تاکہ بعض الفاظ کے معانی و مطالب ذہن نشین ہو جائیں۔

Marfat.com

واہ کیا جود و کرم ہے شہہ بطحا تیرا
"نہیں" سنتا ہی نہیں، مانگنے والا تیرا

واہ : (کلمہ تحسین) ماشاء اللہ ... سبحان اللہ ... بیشک

کیا : بعض قواعد نویسوں نے کیا کو ضمیر استفہامیہ میں شمار کیا ہے۔ "کیا" نثر میں اکثر و بیشتر ابتدائے کلام مفہوم پیدا کرتا ہے۔ مثلاً کیا وہ اب نہیں آئے گا؟ ... لیکن ترکیب بدل دینے سے کیا استفہام کی بجائے شک و شبہ کا مفہوم پیدا کرتا ہے۔ وہ اب کیا آئے گا۔ بلکہ شک و شبہ اکثر نفی میں بدل جاتا ہے یعنی وہ نہیں آئے گا۔

کیوں کر اس بت سے رکھوں جان عزیز
کیا نہیں ہے مجھے ایمان عزیز

"کیا" استفہام کے علاوہ بھی معنی دیتا ہے۔

نفی : ہے کیا ضرور سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

تعجب : کیا بلند مقام تھا ... ان معنوں میں تعجب کے علاوہ عظمت' مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ... اس زمانے کے بھی کیا رئیس تھے ... اس شعر میں (کیا) عظمت اور کثرت کے معنوں میں آتا ہے۔

جود : جاد (ن) جودۃ و جودۃ ۔ سخی ہونا ...
علیہ (ب) بھرپور عطیہ دینا ...
جاء (ن) جوداً و جوداً ۔ (بارش کا) بہت ہونا (فیروزاللغات)
جود .... سخاوت ... فیاضی ... سخاوت ... دریا دلی ... داد و دہش

کرم : بزرگی ... ہمت ... بخشش
کرم (ک) کرماً و کرامۃ و کرمۃ باعزت ؛ شریف ہونا۔ سخی

Marfat.com

ہونا۔ (بادلوں کا) بارش والا ہونا۔

کرم (ن) کرما ۔۔ ہ : کرم میں بڑھ جانا

کرم ۔۔ شرافت ۔ سخاوت

جود و کرم : مرکب عطفی ۔ دریا دلی ۔

جود و کرم کی معنوی بنیادوں میں اشتراک ہے اور حرف عطف سے دونوں الفاظ کا اجتماع فیاضی اور دریا دلی میں وسعت پر دلیل ہے۔

شہ : شاہ کا مخفف ۔ بادشاہ ۔ سلطان

بطحا : مکہ مکرمہ کی ایک وادی ۔ پتھریلی اور نشیبی فراخ زمین

نہیں : حرف نفی ۔ انکار

نہیں' کا لفظ تلمیح کے طور پر استعمال ہوا ہے اور ماخذ حدیث شریف جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب بھی کسی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا آپ ﷺ نے اس کے جواب میں " نہیں " نہیں فرمایا۔ جب کوئی چیز مانگی گئی' آپ ﷺ نے وہ عنایت فرمائی۔ بسااوقات ایسا ہوتا آپ ﷺ سے ایک چیز کا سوال کیا جاتا' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چیز کی زیادہ ضرورت ہوتی مگر آپ ﷺ سوال کرنے والے کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے اور وہ چیز اسے عطا فرما دیتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس کام کے بارے کہا جاتا آپ ﷺ اسے کر گزرتے اور اگر ارادہ نہ ہوتا تو خاموشی اختیار فرماتے مگر نہیں کسی کے جواب میں نہیں فرماتے تھے۔"

(شمائل رسول صفحہ ۳۴' مترجم محمد میاں صدیقی' تصوف فاؤنڈیشن اسلام آباد)

سنتا ہی نہیں میں سنتا نہیں' حال مطلق منفی ہے اور " ہے " امدادی فعل نفی کے باعث محذوف ہے۔ اور " ہی " اگرچہ حرف تخصیص و حصر ہے مگر یہاں تاکید کے معنی دے رہا ہے۔ کلام میں زور پیدا کرنے

Marfat.com

اور اپنی بات پر اصرار کے لئے " ہی " کا حرف استعمال ہوا ہے اور مفہوم یہ ہو گا کہ " کبھی نہیں سنتا "

تیرا : ضمیر مخاطب، حالت فاعلی واحد " تو " کی حالت اضافی، جو 'تو' کی تے کو زیر دینے اور اس کی واؤ کو یائے مجہول ساکن سے بدل کر بنایا گیا ہے۔ " را " اضافت تخصیص ہے۔

☆☆☆☆☆☆

"جہان رضا" سے بچھڑنے والے اہل محبت توجہ فرمائیں

ہمارے کئی قارئین " جہان رضا " بعض مجبوریوں کی وجہ سے ان مقالات کے مطالعہ سے محروم ہو چکے ہیں۔ جو اہل علم و فضل کے افکار سے معمور ہو کر "جہان رضا " کے صفحات پر مسلسل شائع ہو رہے ہیں۔ ایسے حضرات دوبارہ " جہان رضا " اپنے نام جاری کرائیں۔ سالانہ چندہ ابھی تک ۲۰ روپے ہے۔

مرکزی مجلس رضا نعمانیہ بلڈنگ ٹکسالی گیٹ لاہور

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆

طرابلس کی ایک شبینہ محفل

شریک محفل : پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

طرابلس لیبیا کا دارالخلافہ ہے جہاں کرنل قذافی سابقہ چھتیس سال سے بلاشرکت غیرے حکمرانی کر رہے ہیں۔ اس ملک کی ۹۰ فیصد آبادی مسلمان ہے' جو افریقہ کے صحراؤں اور سمندروں کے ساحلی شہروں میں آباد ہے۔ کرنل قذافی واحد مسلمان حکمران ہیں جنہوں نے امریکی طاقت کے سامنے گردن نہیں جھکائی اور یورپی سامراج کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے۔ امریکہ نے اسے کئی بار ہوائی حملوں کا نشانہ بنایا اور بحری قزاقی سے ملک کا ایک حصہ روند ڈالا مگر کرنل قذافی نے نہ گردن جھکائی نہ امریکہ کی خدائی کو تسلیم کیا۔

ہمارے چند علمائے اہلسنت قذافی کی خصوصی دعوت پر لیبیا پہنچے تو ہمیں طرابلس کے "گرین ہاؤس" میں ٹھہرایا گیا۔ "گرین ہاؤس" اگرچہ طرابلس کی ایک نہایت خوبصورت قیام گاہ ہے مگر حقیقت میں یہ دنیا بھر کے امریکہ دشمن اور یہودیت مخالف سیاسی لیڈروں کی تربیت گاہ ہے۔ دن کو تو ہم لوگ اپنے "مشن" کی تکمیل میں مشغول رہتے مگر رات جب اپنا دامن پھیلاتی تو ہم "گرین ہاؤس" کے ایک خوبصورت باغیچے میں بیٹھ کر وطن کی یادوں کو تازہ کرنے کے لئے محفل بپا کرتے' صحرا کے شفاف آسمان پر چمکتا ہوا چاند ہماری نگرانی کرتا اور ساحل سمندر کی خوش کن ہوا باد شمیم بن کر ہمارے دل و دماغ کو تازہ کر دیتی۔

اس باغیچے میں کرسیاں لگا دی جاتیں' سامنے قہوے کے گرم گرم ساوار

Marfat.com

ساری رات سفید پیالیوں کے حلقوں میں دعوت نوشا نوش دیتے۔ ہم بیٹھ جاتے تو ہمارے اپنے ہی "بچے" نوجوان علماء قہوے کی پیالیاں لاتے رہتے اور ہم طرابلس کے "گرین ہاؤس" کے لان میں چسکیاں لیتے رہتے اور وطن کی باتیں اور یادیں تازہ کرتے رہتے۔

ہماری صفوں میں آپ کو پروفیسر مولانا محمد سعید اسد آف فیصل آباد بیٹھے نظر آئیں گے۔ وہ ہمارے "امام الصلوۃ" ہیں۔ یہ وہی پروفیسر مولانا سعید اسد ہیں جو پاکستان میں وہابیوں اور دیوبندیوں کو میدان مناظرہ میں للکارتے ہیں' سٹیج پر شیروں کی طرح دھاڑتے ہیں اور مجالس وعظ کو سنوارتے ہیں۔ ان کے پہلو میں ان کے ایک عقیدت مند نوجوان محمد اکرم بٹر بیٹھے ہیں' بٹر صاحب کاہنہ لاہور سے تعلق رکھتے ہیں مگر پروفیسر سعید اسد صاحب کی تقریر کے گرویدہ اور ان کی رفاقت میں صبح و شام استادہ رہتے ہیں۔ آپ ذرا نظریں اٹھائیں تو آپ کو صاجزادہ سید محمد محفوظ مشہدی آف بھکھی شریف نیم مسکراہٹ کے ساتھ لبوں پر نسوار کی مسی سجائے نظر آئیں گے۔ آپ پیر سید جلال شاہ آف بھکھی شریف کے فرزند ارجمند ہیں۔ دارالعلوم بھکھی کے ناظم اور مدرس اعلیٰ ہیں اور جمعیت علمائے پاکستان کے نائب صدر ہیں' ان کی گفتگو افسردہ خاطر اور وطن سے دور احباب کو گل تازہ کی خوشبو بن کر خوش کر دیتی ہے۔ مگر یہ سید زادہ غالباً اپنے نظام خانقاہی کی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے ایک نوجوان سردار محمد خان لغاری آف ڈیرہ غازی خان کو اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ سردار محمد خان لغاری اگرچہ "انجمن طلبائے اسلام" کی صفوں سے ابھر کر "جمعیت علمائے پاکستان" کی صف میں آ کھڑے ہوئے ہیں مگر وہ صاجزادہ مشہدی صاحب کے دامن کے سایہ میں سکون پاتے ہیں۔

آپ اندرون شہر لاہور کا ایک ہلکا پھلکا نو عمر نوجوان بھی آگے بڑھتا دیکھیں گے اور راقم کے سامنے آداب بجا لا کر یوں گویا ہوتا ہے امیر محترم! اگر آپ حکم فرمائیں تو قہوہ کا ایک پرجوش گرم گرم جام پیش کروں' سر ہلا تو نوجوان قہوہ لے کر

Marfat.com

کھڑا تھا۔ راقم نے قہوے کی پیالی سے ایک چسکی لی اور اہل مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے ؎

لہروں سے کھیلتا ہوا لہرا کے پی گیا
آئی جو ان کی یاد تو تھرا کے پی گیا

پیتا بغیر اذن کے کب تھی میری مجال
در پردہ چشم یار کی شہ پا کے پی گیا

ساقی میری یہ شوخی رندانہ دیکھنا
توبہ کو توڑ تاڑ کے تھرا کے پی گیا

دیکھا نگاہ یار نے میری طرف جو آج
مجھ کو بھی شرم آئی تو شرما کے پی گیا

اے رحمت تمام میری ہر خطا معاف
میں انتہائے شوق میں گھبرا کے پی گیا!

اگر آپ طرابلس کی اس محفل میں موجود ہوتے تو حاضرین کی طرح بڑے محظوظ ہوتے۔ یہ قہوہ پلانے والے ہمارے جواں سال ساتھی عبدالستار غازی کونسلر میونسپل کارپوریشن لاہور اور سیکرٹری جمعیت علمائے لاہور تھے' وہ تمام علماء کے خدمت گزار اور سراپا مستعد اور ہوشیار رہتے تھے اور سفر میں وفد کی تمام ضرورتوں کا خیال رکھتے۔

افسر مہمانداری حکومت لیبیا نے مقامی طور پر ہماری خدمت اور چھوٹے چھوٹے معاملات کی نگرانی کے لئے وسطی افریقہ کا ایک بلالی نوجوان "موسیٰ" مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ بڑا خوش مزاج نوجوان تھا۔ اپنے علاقائی خدوخال کے لحاظ سے بڑا خوبصورت' بڑا خدمت گزار۔ ہم اسے بلاتے "یا موسیٰ!" اذھب الینا! تو وہ دوڑا دوڑا آتا اور آتے ہی کہتا "یا" وہ عربی جانتا تھا یا اپنی مادری زبان افریقی۔ مگر بڑا

Marfat.com

خدمت گزار' بڑا فرمانبردار ہر ایک کا جانثار !

سامنے ایک کرسی پر ہمارے بھاری بھرکم ساتھی فخرالقراء قاری محمد سلیمان ملک آف سروبا جلوہ فرما ہیں۔ سفید گورا رنگ' چہرہ پر نور اور لبوں پر مسکراہٹ' آپ حیدر آباد سندھ سے آئے تھے' ہمارے دل جب پژمردہ ہو جاتے تو وہ اپنی قرات بہ لحن داؤدی سے غنچہ ہائے دل کو کھلا دیتے۔ انہوں نے طرابلس کی سب سے بڑی "جامع مسجد عبدالجمال ناصر" میں قرآن مجید سنایا تو طرابلس کے عربی قاری بھی جھوم اٹھے۔

میانوالی کا ایک نوجوان حافظ فدا محمد وقاص اٹھا یہ ہماری محفل کا ایک چمکتا ہوا پھول' بڑا خوش آواز' بڑا شیریں مقال ! طرابلس کی مجلس' آدھی رات کا وقت اور چاند کی چاندنی ! ہماری استدعا پر حافظ فدا محمد نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ نعت کیا سنائی ...

دل و جان وجد کناں جھک گئے بہر تعظیم !

اٹھا دو پردہ ! دکھا دو جلوہ ! کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

انہیں کی بو مایہ سخن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں کے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آ کر میرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

Marfat.com

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے ہیں دفتر
بتاؤ اے مفلسو ! پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے !

گناہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کے ذرہ بس اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور "رضا" سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے !

نعت سن کر اہل مجلس جھوم جھوم گئے۔ حافظ فدا کے ایک قریبی دوست مولانا رانا محمد ارشد ایم اے بھی رونق محفل بنے بیٹھے ہیں' ان دنوں وہ واعظ شیریں مقال' مقرر بے مثال کی حیثیت سے جامع مسجد محمدی راوی روڈ لاہور کے خطیب لبیب ہیں۔

آپ کو سرحد سے آئے ہوئے علمائے کرام کے درخشاں چہرے' چمکتے ہوئے آفتاب و مہتاب نظر آئیں گے۔ ان میں اکثر خطیب' ادیب اور ماہر علوم عربیہ ہیں۔ جب گفتگو کرتے ہیں تو علم و فضل کے خزانے لٹاتے جاتے ہیں۔ بلوچستان کے کچھ علماء کرام ہماری آج کی مجلس کے حسن میں اضافہ کر رہے ہیں۔ ہم اگر ایک پیالی قہوہ پیتے ہیں تو وہ تین تین پیالیاں نوش جاں فرماتے ہیں۔ یہ قہوہ واقعی ایسا ہوتا جو زیادہ پیتا اس کے نمبر زیادہ ہوتے۔

"پینے والوں کا شور نوشا نوش"

یہ حضرات علم و فضل کے اعتبار سے بڑے پختہ کار تھے۔ دن کے وقت جب ہم افریقی وفود سے بات کرتے تو یہ علماء حضرات ان سے فصیح عربی میں بلاتکلف گفتگو کرتے۔ محفل کا رنگ تازہ رکھنے کے لئے راقم کو بعض اوقات ایسے جملے استعمال کرنا پڑتے جس سے دل بیدار رہتے اور اور نیند آنکھوں کے قریب آتے ہوئے جھجکتی۔ اہل مجلس اپنے اپنے انداز پر بات کرتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے

Marfat.com

"ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است !"

قاری محمد سلیمان آف سروبہ (حیدر آباد) اٹھے اور کہنے لگے اے امیر محترم ! اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کی وساطت سے تمام اہل محفل کو آج ایک واقعہ سناؤں' آج مجھے شہر طرابلس کے وسط میں " جامع مسجد جمال عبدالناصر " میں جانے کا اتفاق ہوا۔ میرا ایک مقامی پاکستانی دوست مجھے اس عظیم الشان مسجد میں لے گیا تھا۔ یہ مسجد شہنشاہ سنوسی کے محلات کے عین درمیان واقع ہے جس میں تین سو پادری مشنری عیسائیت کی تبلیغ کا مرکز بنا کر سارے افریقی ممالک میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھے ہوئے تھے۔ کرنل قذافی نے انقلاب برپا کیا تو سارے شاہی محلات کو سرکاری دفاتر میں تبدیل کر دیا گیا اور خود صحرائی خیمے میں قیام کر کے انقلابی اصلاحات نافذ کرنے لگے۔ کچھ دنوں بعد اس نے عیسائی مشنریوں کو بلا کر کہا کہ وہ یہاں سے چلے جائیں اب ہمیں تمہاری تبلیغ اور مشنری خدمات کی کوئی ضرورت نہیں' اس نے انہیں ایک ماہ کی مہلت دی اور سمندر میں ایک بحری جہاز کھڑا کر دیا کہ وہ اپنا " تبلیغی سامان " سر پر اٹھائے اٹلی چلے جائیں۔ عیسائیوں کا یہ مرکز خالی ہوا تو کرنل قذافی نے عیسائیت کے اس مشنری مرکز کو ایک جامع مسجد میں تبدیل کر دیا۔ اب اس کا نام " جامع مسجد جمال عبدالناصر " ہے۔ اس مسجد میں دنیائے اسلام کے علماء آتے ہیں' قاری حضرات قرات سناتے ہیں۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو مصر کے ایک خوش الحان قاری الخلیل الحسنی المصری تلاوت کر رہے تھے۔

امیر محترم ! میں ان کی قرات سے جھوم گیا مگر میرے دل میں یہ جذبہ موجزن ہوا کاش مجھے بھی یہاں قرات سنانے کا موقعہ مل جائے' میں نے کوشش کی' منتظمین سے اپنا تعارف کرایا۔ الشاہ احمد نورانی الصدیقی کے وفد سے تعلق بتایا تو مجھے قرآن مجید سنانے کی اجازت مل گئی۔ جب میں مائک کے سامنے پہنچا تو مسجد لوگوں سے لبالب بھر چکی تھی۔ میں نے تلاوت قرآن پاک کی تو لوگوں کے چہرے تمتما

Marfat.com

اٹھے' میری نظریں ان کے جذبات کو پڑھ رہی تھیں' میں ان کے ذوق و شوق کو دیکھ کر جھوم رہا تھا۔ نماز کے بعد مصری قاری مجھے اپنے گھر لے گئے' پرتکلف دعوت دی' اپنی ایک سو کیسٹیں دیں۔ مجھے اپنی شاگردی میں قبول فرمایا' سر پر مصری ٹوپی رکھی اور میرا منہ چوم کر الوداع کیا۔

قاری محمد سلیمان صاحب کا یہ اعزاز اور کامیابی ہم سب کے لئے باعث افتخار تھی۔ سب نے مبارک پیش کی' سب نے مرحبا کہا' سب نے دل کھول کر داد دی۔ قاری محمد سلیمان صاحب کی بات نے ہم سب کو خوش کام کیا۔

"چہ خوش کردی و خوش گفتی عفاک اللہ نکو کردی"

صاحبزادہ سید محفوظ مشہدی اٹھے اور فرمانے لگے لیبیا کی حکومت نے پاکستانی علماء کرام کے وفد کو سمندر کی وہ بندرگاہ دکھانے کا پروگرام بنایا ہے کہ جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیر کمان مصر فتح ہوا تو لیبیا کا علاقہ مصر میں شامل تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی فاتح مصر عمر ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر اپنی فوج لے کر سمندر کے اس ساحل کی طرف بڑھے اور جب وہ سمندر کے اس ساحل پر پہنچے تو مسلمانوں کے لشکر کے سپہ سالار عقبہ بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدین کو لے کر اپنے گھوڑے سمندر کی لہروں میں ڈال دیئے اور آگے جا کر اسلامی جھنڈا بلند کر کے کہنے لگے "اے اللہ! تیری زمین ختم ہو گئی ہے ورنہ تیرے نبی کا پیغام لے کر ہم وہاں تک بڑھتے جاتے جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔" اس بندرگاہ کا نام آج بھی "عقبہ بن رافع" ہے اور اس کے سمندر کا پانی نیلگوں ہونے کی بجائے کالا نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

Marfat.com

وشت تو وشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

سب اہل مجلس خوشی سے جھوم اٹھے اور یک زبان ہو کر کہا کہ ہم سب اس سفر پر ضرور جائیں گے۔ پہلے وہ وشت دیکھیں گے جہاں سے عربی غازیوں کے گھوڑے گزرے تھے پھر وہ سمندر دیکھیں گے جہاں سے بحر ظلمات شروع ہوتا ہے۔

گزشتہ روز پاکستانی علمائے اہلسنت کے وفد کو لیبیا کی عظیم الشان یونیورسٹی "الفاتح" میں ایک سیمینار میں دعوت شرکت دی گئی۔ اس سیمینار میں مختلف ممالک سے آئے ہوئے سیاسی راہنماؤں نے اپنے اپنے علاقائی خطوں کے حالات پر اظہار خیال کرنا تھا۔ اگرچہ ہر مقرر اپنی اپنی زبان میں تقریر کرتا تھا مگر جو ہمیں مائیکروفون پہنائے گئے تھے ان میں اردو ترجمہ سنایا جاتا تھا۔ ہم ان مقرروں کے خیالات سے پوری طرح استفادہ کرتے رہے۔ "الفاتح یونیورسٹی" کے ایک پروفیسر حمزہ السعید النوری نے اپنے لیکچر میں لیبیا کے انقلاب پر روشنی ڈالی۔ پروفیسر نوری کرنل قذافی کے دست راست مانے جاتے تھے اور انہوں نے بادشاہ سنوسی کا تختہ الٹتے وقت قذافی کا مکمل ساتھ دیا تھا اور اس انقلاب کے چشم دید ہی نہیں ایک انقلابی لیڈر تھے۔ وہ اپنی تقریر کے دوران انقلابی نعرے بھی لگاتے اور حاضرین کو ہم آواز بناتے جاتے۔ دوران تقریر انہوں نے کرنل قذافی کے کامیاب انقلاب پر اظہار خیال کرتے ہوئے Our Leadar Qadafi کے نعرے بلند کئے تو حاضرین مجلس نے ہم نوائی کی' چند نعروں کے شور کے بعد ہمارے وفد کے ایک نوجوان عبدالستار غازی نے نعرہ بلند کیا Our Leader Noorani - اس نعرے کی ہمنوائی سارے پاکستانی وفد نے کی۔ السعید النوری نے سمجھا کہ وہ قذافی کی بجائے "نوری" کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ صرف زبان اور لہجے کی وجہ سے نوری کی بجائے "نورانی" کہہ جاتے ہیں۔ اس نے ایک دو بار نو نو کہا مگر ہمارا وفد نعرے بازی میں سارے ہال پر چھا گیا۔ اور

Marfat.com

لیڈر نورانی، اور لیڈر نورانی، اور لیڈر نورانی !

چائے کی ٹیبل پر حمزہ سعید نوری میرے پاس تشریف لائے اور میرا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا آپ کے وفد نے مجھے بڑی عزت بخشی اور میرے نعرے بلند کئے۔ میں نے بھی ان کی انقلابی تقریر کی تعریف کرتے ہوئے ان کے انقلابی منہ میں مٹھائی کی ایک ڈلی ڈال دی اور اسے خوش کر دیا۔

آدھی رات ڈھلتی جارہی تھی مگر جذبہ تیز ہوتا جارہا تھا۔ دل چاہا کہ مجلس کا دامن لپیٹ دیں مگر خیال آیا ۔

ابھی تھوڑی سی رات باقی ہے
ابھی لمبی سی بات باقی ہے

عزیزی فدا محمد خان وقاص نے " مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام " پڑھا اور ہم اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ بایں ہمہ ۔

" ابھی لمبی سی بات باقی ہے ! "

امام احمد رضا ۔ ایک ممتاز عرب عالم دین کی نظر میں

ترتیب = خلیل احمد رانا

علامہ یٰسین اختر مصباحی فاضل جامعہ اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ (یو پی بھارت) لکھتے ہیں

۲۵ تا ۲۸ شوال المکرم ۱۳۹۵ھ کو ندوۃ العلماء لکھنؤ نے بڑی دھوم دھام سے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا تھا سینکڑوں کی تعداد میں مختلف بلاد و امصار کے نمائندے ملکی و غیر ملکی سطح پر اس جشن میں شریک ہوئے تھے ۔ ہندوستان کے بھی سینکڑوں علماء و دانشور شریک جشن تھے ۔ اخبارات و رسائل نے اپنی شاہ سرخیوں کے ذریعہ اس کی خوب تشہیر کی۔

Marfat.com

عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) کے اندر تعلیمی نمائش کا انتظام تھا بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی عبقری اور یگانہ روزگار شخصیتوں کے نام اور ان کی اعلیٰ و ممتاز ترین تصنیفات فن وار مندرج تھیں۔

عقائد و کلام کے نقشے میں "خالص الاعتقاد" اور فقہ کے طغرے میں "النیرۃ الوضیہ" از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے بھی نام تھے ۔

امام احمد رضا کا نام پڑھ کر کئی مشاہیر علماء چونک اٹھے جیسے عہد ماضی کی کوئی بھولی بسری یاد رفتہ پردہ ذہن پر آگئی ہو ۔

اندازہ ہے کہ ان کے پیش رو علماء نے فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کے علم و فضل کا ذکر کرکے ان کے دلوں میں احترام و عقیدت کا بیج بو دیا ہو یا خود ہی کہیں ان کی نگاہ سے کوئی تصنیف گزری ہو ۔

کئی علماء نے "این مجموعہ فتاواہ" کہہ کہ فتاویٰ رضویہ کی مانگ کی لیکن انہیں بطریقہ احسن کسی دوسری جانب متوجہ کردیا گیا ، ساتھ میں کوئی ایسا آدمی نہ ہوتا تھا جو نشان دہی کرسکتا ۔

ایک مشہور شامی عالم دین شیخ عبدالفتاح ابو غدہ پروفیسر کلیۃ الشریعہ محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض ۔ سعودی عرب) جو عربی زبان کی پچیسوں کتابوں کے مصنف ہیں اور ایک ممتاز و نمایاں مقام کے مالک ہیں ان کی شخصیت کا اندازہ آپ یوں کرسکتے ہیں کہ جب ان کی تقریر کی باری آئی تو مقررہ اناؤنسر مولوی محمد رابع حسنی ندوی (مؤلف منشورات و الادب العربی وغیرہ) کے بجائے مشہور دیوبندی مولوی منظور نعمانی نے بڑے زور دار انداز میں حاضرین سے ان کا تعارف کرایا ---

کتابوں کے نام دیکھتے ہوئے شیخ ابوالفتاح ابو غدہ کی نگاہ جب فاضل بریلوی کے نام پر پڑی تو فوراً بول اٹھے "این مجموعۃ فتاویٰ الامام احمد رضا بریلوی" ان کے ساتھ ایک نہایت تجربہ کار قسم کے (مولوی) تھے موقعہ نازک سمجھ کر انہوں

Marfat.com

نے کہا فتاوی رضویہ یہاں موجود نہیں، حسن اتفاق سے ایک صاحب علم بھی ان کے پیچھے تھے انہوں نے موقعہ غنیمت جان کر بتلا ہی دیا کہ (انما توجد فی ھذہ الدار) یعنی فتاوی رضویہ یہاں کتب خانہ میں موجود ہے یہ سن کر وہ مولوی صاحب آگ بگولہ ہوگئے اور انہیں ڈانٹ پلا کر وہاں سے رخصت کردیا ۔

کچھ دیر بعد ان صاحب نے مجھے اطلاع دی میں نے شیخ سے فورا تفصیلی ملاقات کی کوشش کی اور ان کی قیام گاہ روم نمبر ۱۴۰ کلارک اودھ ہوٹل لکھنؤ میں ڈھائی بجے دن میں پہنچا ساتھ وہ صاحب بھی تھے کانفرنس کا آخری دن تھا تین بجے ان تمام نمائندوں نے بذریعہ ہوائی جہاز دہلی پہنچنا تھا جہاں صدر جمہوریہ ہند جناب فخرالدین علی احمد کے یہاں دعوت کے ایک پروگرام میں شریک ہونا تھا ۔ شیخ دہلی جانے کی تیاریوں میں مصروف تھے بڑی خندہ پیشانی سے ملے اور ماحضر سے ضیافت کی جو عربوں کی قدیم روایت ہے ۔

دوران گفتگو میں نے پوچھا "سمعت انک تشاق الی مطالعہ مجموعۃ فتاوی الشیخ الامام احمد رضا" میں نے سنا ہے کہ آپ فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بہت مشتاق ہیں نام سنتے ہی چہرہ دمک اٹھا اور بڑے مشتاقانہ انداز میں انہوں نے کہا ہاں ! کیا آپ کے پاس فتاوی رضویہ موجود ہے ؟ میں نے کہا اس وقت تو نہ مل سکے گا مگر انشاء اللہ بہت جلد بذریعہ ڈاک ارسال کردوں گا ۔

میرا دوسرا سوال تھا "کیف عرفت علمہ و فضلہ" آپ ان کے علم و فضل سے کیسے متعارف ہوئے اس سوال سے ان کے چہرے پر تبسم کی لہر دوڑ گئی اور فرمایا عطر بہر حال عطر ہی ہے کتنا ہی اسے بند شیشی میں رکھا جائے مگر اس کی بھینی بھینی خوشبو اہل ذوق تک پہنچ ہی جاتی ہے ۔ شیخ نے ہمیں بتایا کہ میرے ایک دوست کہیں سفر پر جارہے تھے ان کے پاس فتاوی رضویہ کی ایک جلد موجود تھی میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتوی مطالعہ کیا عبارت کی روانی اور کتاب

Marfat.com

و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوی کے مطالعے کے بعد میں نے یہ رائے قائم کرلی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے ۔

بہر حال اس وقت میں نے الجامعتہ الاشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ (یوپی بھارت) کا عربی میں تعارفی کتابچہ حاشیہ المعتقد المنتقد (مطبوعہ استنبول ترکی) اور الدولتہ المکیہ از امام احمد رضا فاضل بریلوی کے ایک ایک نسخے پیش کئے اور اطمینان دلایا کہ بہت جلد فتاوی رضویہ آپ تک پہنچ جائے گا ۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی دو کتابیں (صفحات من ممبرالعلماء علی شدائد العلم) رسالتہ المسترشدین للحارث المحاسبی اور چند عربی رسائل و کتابچے عنائت فرمائے جن پر اپنے قلم سے یہ عبارت بھی لکھی !

" ھدیہ الی الاخ المحب الحبیب فی اللہ تعالی الشیخ محمد یٰسین اختر الاعظمی نفع اللہ بدینہ و علمہ و اکرمہ بتوفیقہ "

من اخیہ عبدالفتاح ابی غدہ ۲۸/۱۰/۱۳۹۵ ھ فی لکھنؤ

شیخ عبدالفتاح ابو غدہ حنفی علیہ الرحمہ شام کے شہر حلب میں 1917 ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد ماجد عالم دین تھے اور کپڑے کی تجارت کرتے تھے پورا گھرانہ علم و تقوی کی اعلی مثال تھا آپ کا شجرہ نسب حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ سے ملتا ہے ۔

آپ نے ابتدائی اور ثانوی تعلیم شام میں مکمل کرنے کے بعد ۱۹۵۰ ء میں جامعہ ازھر (مصر) سے نفسیات اوراصول تدریس میں اختصاص کیا اور درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا ۱۹۶۷ ء آپ سعودی عرب آگئے اور یہاں کئی اعلی تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے عمر کے آخری دور میں محمد بن سعود یونیورسٹی (ریاض ۔ سعودی عرب) میں پڑھایا حدیث و فقہ کے جید عالم دین تھے

Marfat.com

آپ دبلے پتلے چاق و چوبند اور گوارا رنگ تھا گفتگو نہائت شیریں اور استدلال بہت مضبوط ہوتا تھا حدیث شریف پڑھاتے وقت آپ کے خوبصورت چہرے پر نور پھیل جاتا اور آنکھوں میں آنسو آجاتے تھے آپ رقیق القلب انسان اور سچے عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۔

شیخ ابوالفتاح ابو غدہ کے داماد معروف مسلم سکالر ڈاکٹر احمد البر الامیری بیان کرتے ہیں کہ شیخ مرحوم کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر عشق تھا کہ ایک مرتبہ میں نے ان کے سامنے اپنا ایک خواب بیان کیا میں نے دیکھا کہ حضورؐ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیخ کا ہاتھ اپنے دست مبارک میں پکڑے مجلس میں تشریف لائے ہیں خواب سنتے ہی شیخ پر کپکپی طاری ہوگئی اور زارو قطار رونے لگے ۔ شیخ ابو الفتاح ابو غدہ کا انتقال ۹ / شوال ۱۴۱۷ ھ / ۱۶ فروری ۱۹۹۷ ء کو ریاض سعودی عرب میں ہوا آپ کو زندگی بھر تمنا رہی تھی کہ مرنے کے بعد جنت البقیع (مدینہ منورہ) میں دفن ہونے کے لیے قبر کی جگہ مل جائے آپ کے شاگردوں اور مداحوں کو اس بات کا علم تھا چنانچہ ریاض میں جنازہ پڑھنے کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایک خصوصی طیارہ کے ذریعے مدینہ منورہ روانہ کیا گیا مسجد نبوی شریف میں دوبارہ نماز جنازہ ہوئی اور بقیع شریف میں قبر بنی ۔

ماخذ - علامہ شیخ یٰسین اختر مصباحی امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں مطبوعہ المجمع الرضوی مبارکپور اعظم گڑھ (بھارت) ۱۳۹۷ ھ / ۱۹۷۷ ء
ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور شمارہ مئی ۱۹۹۷ ء

Marfat.com

شفاء شریف

شفاء شریف ایک ایسی کتاب ہے جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ ہو جاتا ہے اور دل و دماغ محبتِ رسول کی روشنی سے جگمگا اٹھتے ہیں اس کتاب سے عالم اسلام کے نامور اہلِ علم فضل نے استفادہ کیا۔ امام نووی، امام عینی، امام عسقلانی جیسے ائمہ احادیث شفاء شریف کے حوالے نقل کر کے اپنی تصانیف کو گرانقدر بناتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ کو اس کتاب کی وجہ سے حضور کی مجالس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ دنیائے اسلام کے جید علماء کرام نے اس کتاب کی شرحیں لکھیں اور بیشمار تعلیقات لکھ کر نسبتِ محبت کی سند حاصل کی اس کتاب کے سینکڑوں ایڈیشن چھپ کر دنیائے اسلام میں پھیلے اس کتاب کا اردو ترجمہ مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری اور علامہ محمد اطہر نعیمی خطیب کراچی نے کیا ہے۔

صاحبِ کتاب الشفاء

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اہلِ قلم عشاق میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے آپ کی سیرتِ طیبہ پر نہایت بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ آپ ۴۷۶ھ/۱۰۸۳ء میں اندلس میں پیدا ہوئے اور فاس کے ایک قصبہ ستبہ میں پرورش پائی۔ آپ حافظ الحدیث قاضی ابو علی غسانی صدفی کے شاگردِ خاص تھے مگر اندلس کے بلند پایہ علماء سے استفادہ کیا۔ قرطبہ کی یونیورسٹی سے علمی اعزاز حاصل کیا۔ غرناطہ میں قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے منصب پر فائز رہے ہزاروں شاگرد آپ کے دسترخوان علم سے مستفیض ہوئے۔ اگرچہ دنیائے علم میں آپ کی تصانیف ستاروں کی طرح روشن ہیں مگر آپ کی کتاب "الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ" دنیائے اسلام میں بڑی مقبول و مطبوع ہوئی۔ آپ ۵۴۴ھ/۱۱۴۹ء میں فوت ہوئے۔ مزار پرانوار مراکش میں ہے۔

مکمل سیٹ/۳۰۰ روپے

مکتبہ نبویہ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز
بانیِ مجلس حکیمِ اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

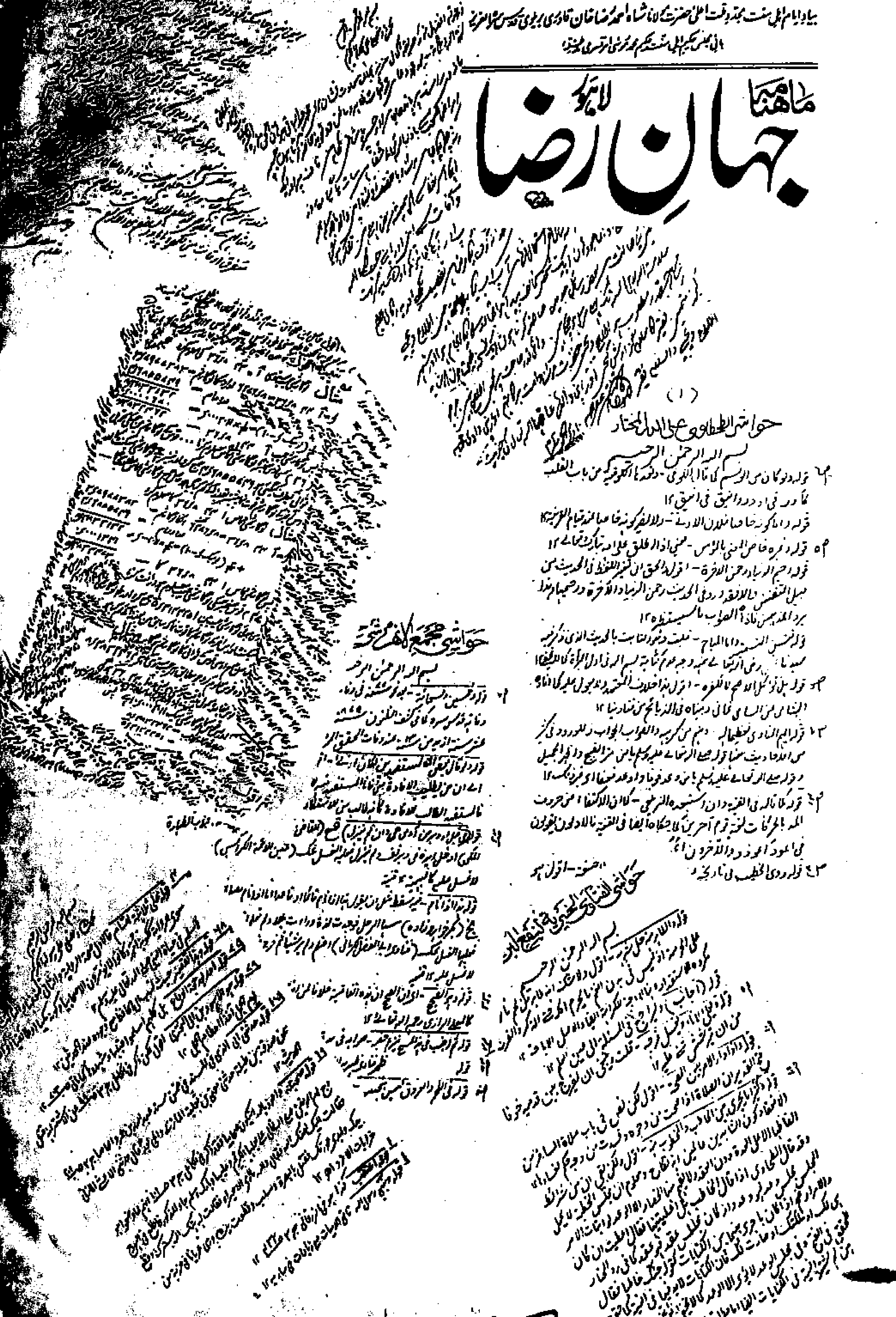

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ)

Marfat.com

بیادِ امامِ اہلِ سنت مجددِ وقت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

بانی مجلس حکیم اہلِ سنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری مدظلہ

ماہنامہ جہانِ رضا لاہور

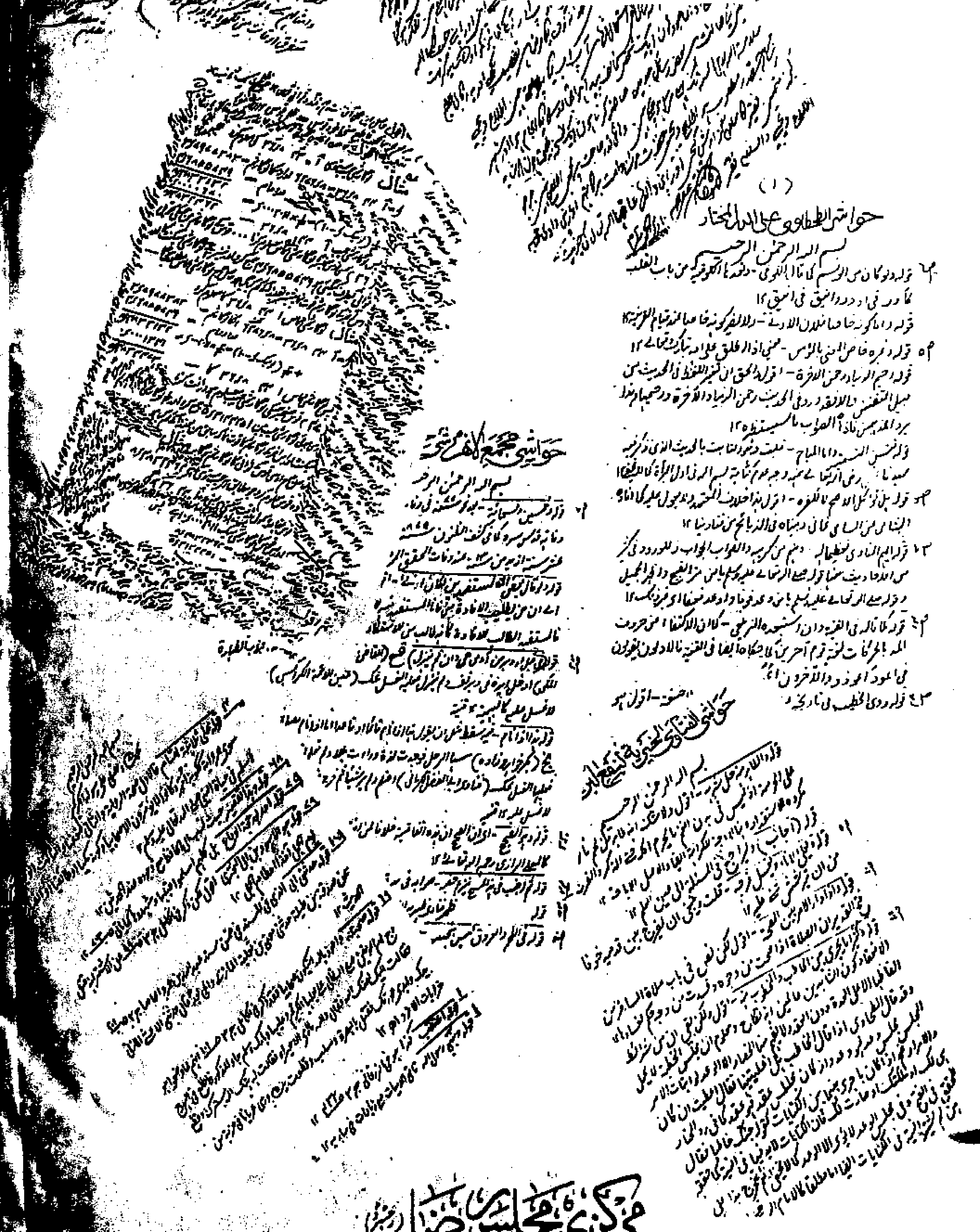

مرکزی مجلسِ رضا (رجسٹرڈ)

Marfat.com